



جامعة دار التقوى للهوا
کاتر جمان

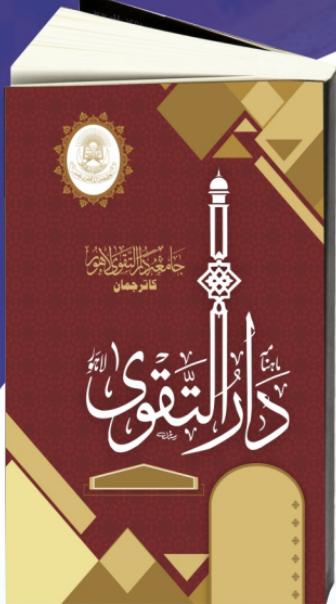


دارالتحقیقی

ماہنامہ

جنادی الاول ۱۴۳۳ھ / سپتامبر 2022ء

- ❖ پاکیزہ زبان ہونا
- ❖ مہمان نوازی ایک معاشرتی حسن
- ❖ عالمگیریت کے چیلنجز
- ❖ حاکم اور عالیاً کے حقوق
- ❖ انٹرو یو: مولاناڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب مدظلہ
- ❖ عدم برداشت اور بے راہ روی کا برہمنتار جان



جامعہ دارالتفویٰ الہمہور
کاترجمان

مسلسل اشاعت کے 8 سال



علمی، دینی و اصلاحی مجلہ
ہر فرد ہر گھر اور ہر طبقے کے لیے خود رجہ مفید

آج ہی رسالہ لگوائیں

اس لیے کہ یہ رسالہ آپ کی دینی رہنمائی کرتا پناہ فرض سمجھتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ ہر موضوع پر انوکھے، اچھوتے مضمایں منتخب کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ صرف معلومات فراہم نہیں کرتا بلکہ تبیری مواد فراہم کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ ہمارے معاشی اور معاشرتی مسائل کے حقیقی حل کی نشاندہی کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ ناصرف آپ کی بدلک آپ کی فیملی کی ضرورت ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ بچوں کی تربیت، اساتذہ کی تربینگ اور بڑوں کے رویوں کی درست رہنمائی کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ آپ کے شرعی مسائل کا حل پیش کرتا ہے

سلامت بگنجانے کے لئے اپنی رابطہ کریں
گھر بیٹھے رسالہ حاصل کرنے کے لئے اپنی رابطہ کریں

سالانہ 600 روپے

MIB BANK

بنک اکاؤنٹ نمبر
1591001820660001

نامخشن اکاؤنٹ

دارالتفویٰ ٹرسٹ

بنک میں پہنچنے کو روکنے کے لئے جمع کرو گزر سید دے گئے جمیس برداشت اس ایپ کریں

کاروبار کی تشویہ ربھی اور جامعہ کے ساتھ تعاون بھی

آپ اس سالے میں اپنے کاروبار کا تبیری مواد بھی دے سکتے ہیں

اس کے ساتھ ساتھ اس عظیم کام کی ترویج و اشاعت میں معادن بھی بن سکتے ہیں

اور رسالے خرید کر اپنے دوست احباب سماں پہنچا سکتے ہیں

For order & info

0092-304-4167581



+92-3-222-333-224



www.darultaqwa.org



f jamiadarultaqwa



t



Y ifta4u@yahoo.com



+92-300-4113082



ifta4u@yahoo.com

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

حضرت اقدس و اکرم مفتی عبدالواحد صاحب حفظہ اللہ علیہ

بدعاۓ

شمارہ 5

جمادی الاول ۱۴۴۳ھ / ۱ ستمبر 2022ء

جلد 12

مجالس مشاورت

- حضرت مولانا ناثان صاحب
- حضرت مولانا ناصر شرید صاحب
- حضرت مولانا جبیل الرحمن صاحب

مجالس ادارت

- مفتی محمد اسماعیل صاحب
- مولانا ناذوالکفل صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مظلہ

نیپر سرپرستی

حضرت مولانا اویس احمد صاحب مظلہ

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی صاحب

مدیر مسئول

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی ملامت ہے

فی شمارہ: 50 روپے
سالانہ بدل خرچ: 600 روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامع مسجد الہمال چوہری پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905
سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر مفتی آرڈر کریں

مقام اشاعت

جامع مسجد الہمال
چوہری پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائشل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرست
ایم آئی بی (مسلم کمرشل بینک)

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

فہرست

دسمبر 2022ء

حرف اولیں

5 مولانا عبدالودود بانی صاحب

ممتاز علماء دین کا سانحہ ارتھاں

9 مولانا بدر عالم میرٹھی

پاکیزہ زبان ہونا

مقالات مضمین

11 سعود عثمانی

یہ کون لاڈ لے سویا ہے والدین کے نقش

15 مفتی محمد وقار حنفی

مہمان نوازی ایک معاشرتی حسن

18 مفتی محمد راشد سکوی

آسمانی آفات و مصائب اترنے کے اسباب اور ان کا حل

27 مفتی محمد حسین خلیل

علمگیریت کے چینجہ جر

31 ڈاکٹر اسامہ بن عبد اللہ خیاط

حاکم اور عایا کے حقوق

38 سفیان علی فاروقی

انٹرویو: حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب مدظلہ

58 خالد بیگ

معاشرے میں عدم برداشت اور بے راہ روی کا بڑھتا ہوا راجحان

تبصرہ کتب

61 مفتی اسامہ صاحب

فیوض الباری

63 دارالافتاء و تحقیق

مسائل آپ کے مسائل اور ان کا حل

حرف اولیں

ممتاز علماء دین کا سانحہ ارتھاں

پاکستان کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کراچی میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر 86 سال تھی اور وہ ایک عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ مفتی صاحب پاکستان کے عالمی شہرت یافتہ ”دارالعلوم“ کے سربراہ تھے اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما اور نامور عالم دین مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا تعلق تقسم ہند کے بعد دیوبند سے پاکستان ہجرت کرنے والے مشہور علمی و دینی خانوادے سے تھا، ان کے والد مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مشہور تفسیر ”معارف القرآن“ کے مصنف اور تقسم ہند سے قبل دارالعلوم دیوبند کے ممتاز استاذ و مفتی تھے، بعد میں وہ مفتی اعظم پاکستان کی حیثیت سے بھی پوری علمی دنیا میں جانے اور منے گئے۔ آپ کے والدگرامی تحریک پاکستان کے سرکردہ رہنما اور جناب محمد علی جناح کے خاص رفقاء میں سے تھے۔ مفتی رفیع عثمانی کی ولادت ۱۹۳۶ء میں دیوبند میں ہوئی تھی، ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی، ۱۹۲۸ء میں اہل خانہ کے ساتھ پاکستان ہجرت کی اور حفظ قرآن کی تتمیل کے بعد عربی و اسلامیات کی تعلیم کے لیے ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم کراچی میں داخل ہوئے اور وہاں سے ۱۹۶۰ء میں درس نظامی کی تتمیل کی۔ وہیں سے اقتاء بھی کیا اور اسلامی فقہ میں مہارت حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد دارالعلوم کراچی میں ہی درس و تدریس سے منسلک ہوئے اور تقریباً ساٹھ سال تک تدریسی فرائص انجام دیئے۔

مفتی رفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گذری۔ آپ روایت ہلال کمیٹی کے رکن، اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر اور سپریم کورٹ کے مشیر ہے۔ اسی طرح این ایڈی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی اور کراچی یونیورسٹی کے سندھ کیئٹ ممبر بھی رہے۔ سندھ حکومت کی زکوہ کمیٹی اور

ایک درجن سے زائد امتحانی بورڈز کے رکن و مشیر بھی رہے۔ درجنوں قومی و بین الاقوامی علمی و فنی سمیناروں اور کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندگی کی اور ان کے قلم سے عربی و اردو زبانوں میں دو درجن سے زائد کتابیں منتظر عام پر آئیں، جن میں احکامِ زکوٰۃ، علامات قیامت اور نزول مسیح، یورپ کے تین معاشر نظام، اسلام میں عورت کی حکمرانی، کتابت حدیث عہد رسالت و عہد صحابہؓ میں، نوادر الفقہ، تعلیقات النافعۃ علی فتح الہم، حیاتِ مفتی اعظم، میرے مرشد حضرت عارفی وغیرہ خاص طور پر مقبول و متدالوں ہیں۔ ان کے فتاویٰ کا مجموعہ بھی فتاویٰ دارالعلوم کراچی کے نام سے طبع شدہ ہے۔ حضرت مفتی صاحب نہایت معتدل، حلیم طبع اور منکسر مزاج تھے، انہیں ہر مکتب فکر میں احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پاکستان کے نظریاتی استحکام کے لیے ان کی خدمات بھلائی نہیں جاسکیں گی۔ انہوں نے اپنے جلیل القدر والد کی قائم کی ہوئی روایات کو آگے بڑھایا اور پاکستان میں اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے کوشش رہے۔ ان کے دارالعلوم کے تعلیم و تربیت یافتہ ہزاروں علماء پاکستان ہی نہیں دنیا بھر میں اسلام کی روشنی پھیلانے میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی مغفرت فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

ادارہ حضرت مفتی صاحبؒ کی گروں قدر دینی خدمات کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کی وفات کو دینی، علمی و تحقیقی حلقوں کے لیے بہت بڑا نقصان سمجھتا ہے۔ بلاشبہ آپ کی وفات سے پیدا ہونے والا خلاء دہائیوں پورا نہیں ہو سکے گا۔ حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ (مہتمم جامعہ دارالتوحی) خصوصی طور پر جنازہ میں شرکت کے لیے کراچی تشریف کے گئے، حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ و ارکین شوری آپ کے انتقال پر ملاں پر دل گرفتہ ہیں اور گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ ادارہ حضرت مہتمم صاحب، ارکین شوری، جملہ اساتذہ اور انتظامیہ کی طرف سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لواحقین، پسماندگان، معتقدین اور دنیا بھر میں پھیلے لاکھوں تلمذوں سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ باری تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کی نسبی و روحانی اولاد کو آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین ثم آمین
کس سے تعزیت کرے کوئی !!!
سارا جہاں ترے لواحقین میں ہے



شیخ الحدیث مولانا کریم بخش بھی انتقال کر گئے

جامعہ عمر بن خطاب ملتان کے مہتمم و شیخ الحدیث مولانا کریم بخش انتقال کر گئے، مرحوم کئی ماہ سے علیل تھے، 22 نومبر بروز منگل کو اپنے خالق حقيقة سے جا ملے، انہوں نے 67 برس عمر پائی، نماز جنازہ قلعہ قاسم باغ سٹیڈیم میں ادا کی گئی جس میں جید علمائے کرام، سیاسی رہنماؤں، وکلا، سرکاری افسران اور تاجروں سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ مولانا کریم بخش 1955 کولودھراں کے علاقے گیلے وال میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم آبائی علاقے میں حاصل کی جبکہ 1983 میں جامعہ خیر المدارس سے دورہ حدیث کر کے سند فراغت حاصل کی۔

مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ٹی چوک شاہ رکن عالم کالونی میں 1994 میں مدرسہ عربیہ عمر بن خطاب قائم کیا اور آج مدرسہ کاشمار جنوبی پنجاب کے بڑے مدارس میں ہوتا ہے۔ مولانا ایک عظیم داعی اور مبلغ تھے۔ پوری زندگی دین کی اشاعت اور تبلیغ میں گزاری اندر ون و بیرون ممالک تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کئی اسفار کیے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کے ساتھ بڑا گھر تعلق تھا۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی صدر مفتی محمد تقی عثمانی، مرکزی سیکریٹری جزل مولانا محمد حنفی جalandھری، جے یو آئی کے سربراہ مولانا فضل الرحمن، مولانا حامد الحق حقانی، مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا طارق جیل، مولانا اویس احمد صاحب مظلہ (مہتمم جامعہ دارالتفوی لاهور) اور اکین شوری جامعہ ہذا و دیگر علمائے کرام نے تعزیت کی ہے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات کو امت کے لیے سانحہ قرار دیتے ہوئے شدید رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ مولانا کریم بخش کے پسمندگان میں 4 عالم دین صاحبزادے مولانا محمد وقار، مولانا محمد معاذ، مولانا محمد عمران، مولانا محمد حسان اور تین صاحبزادیاں اور دو بیوائیں شامل ہیں۔

ادارہ شیخ الحدیث حضرت مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر غمگین ہے بلاشبہ علماء و صلحاء کا کیے بعد دیگرے اٹھ جانا نقسان عظیم سے کم نہیں۔ ہم حضرت مہتمم صاحب، ارکین شوری، جملہ اساتذہ اور انتظامیہ کی طرف سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لواحقین، پسمندگان، معتقدین اور دنیا بھر میں پھیلے لاکھوں تلامذہ سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ باری تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کی نیک صالح اولاد اور لاکھوں شاگردوں کو آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین ثم آمین

جامعہ دارالتقویٰ کے قدما و قدیمات کا پانچواں سالانہ تربیتی اجتماع

جامعہ دارالتقویٰ کی اول روز سے یہ کوشش رہی ہے کہ اپنے طلبہ کی تعلیم و تربیت، کردار سازی، عالمی، ملکی و سیاسی حالات کے تناظر میں ان کی درست سمت رہنمائی اور دعوت کی مبارک مختت کے ساتھ نہ صرف اپنے زیر تعلیم بُنین و بنات کی وابستگی کو ہر حال میں یقینی بنائے بلکہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی اپنے قدما و قدیمات کے حالات سے آگاہ رہے اور موقع بہ موقع ان کی رہنمائی کرتا رہے تاکہ ہمارے فضلا معاشرے کا مفید رکن بن کر ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں تاکہ قرآن و حدیث کی تعلیمات پر عمل ان کا زیور ہو دعوت جن کا ہتھیار ہوا اور پوری دنیا جن کا میدان عمل۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ مختلف حوالوں سے اپنے قدیم طلبہ کے ساتھ رابطے میں رہتا ہے تاکہ ان کے حالات سے بھی آگاہی ہوتی رہے اور ان کی نگرانی و رہنمائی کا عمل بھی جاری رہے۔ اس دو طرفہ رابطے کا ایک مؤثر ذریعہ سالانہ جوڑ ہے۔ جامعہ دارالتقویٰ حسب معمول امسال بھی اپنے فضلاء و فاضلات کے لئے پانچواں سالانہ اجتماع منعقد کر رہا ہے۔ قدما کا جوڑ ان شاء اللہ مورخہ 4 دسمبر بروز اتوار بمقام جامع مسجد الہلال چوبرجی میں ہو گا جو بوقت ظہرتارات 9 بجے تک جاری رہے گا۔ جامعہ دارالتقویٰ کی ”قدیمات کا جوڑ“ ان شاء اللہ مورخہ 8 جنوری بروز اتوار 10 بجے تا 3 بجے تک جامعہ فاطمۃ الزہراء گلشن راوی میں ہو گا۔

ادارہ اپنے قدما و قدیمات سے ملتمند ہے کہ اپنے اساتذہ کی اس کاوش کو غنیمت جانیں، اس گئے گزرے اور نفسانی کے دور میں بھی آپ کے اساتذہ کو آپ کی فکر ہے وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے طلباء معاشرے کا مفید رکن بنیں جو جس شعبے میں بھی کام کر رہا ہے وہ اپنے تینیں ایک تحریک ہو، معاشرے کا مفید اور نفع بخش شہری ہو، لوگوں کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کا باعث ہو۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے فضلاء و فاضلات ہر قسمی مصروفیات ترک کر کے اجتماع میں شرکت کو یقینی بنائیں گے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسئول



پاکیزہ زبان ہونا

مولانا بدر عالم میر ٹھجی رحیمی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لیے نہ یہ مناسب ہے کہ وہ ہر وقت لعن طعن کرتا رہے اور نہ یہ کوئی فحش کلامی اور بدزبانی کرتا رہے۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ اتفاقاً اپنے کسی غلام کے متعلق لعنت کا لفظ استعمال فرماتے ہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ جو لوگ لعنتیں برسائیں وہ صدیق بھی شمار ہوں اس واقعہ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنائے کہ ہر وقت لعنت برسانے والوں کو نہ شہادت کا حق دیا جائے گا نہ شفاعت کا۔ (مسلم شریف)

لعنت لغت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں جو شخص دنیا میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کا عادی ہو قیامت میں اسے شفاعت اور شہادت کا بھلا کیا حق ہو سکتا ہے، شفاعت لعنت کے برعکس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب کا نام ہے۔

دنیا میں قانون شہادت یہ ہے کہ مقدمہ میں گواہ وہ ہو سکتا ہے جو اس کا دشمن نہ ہو پھر دنیا میں جو شخص خداۓ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر کے اپنی دشمنی کا ثبوت دے چکا ہے وہ

آخرت میں کب کسی کا گواہ بن سکتا ہے۔

نبی کے بعد صدیق کی شفاعت کا درجہ ہے اور اس کے بعد شہداء اور صالحین کی شفاعت کا، صاحب نبوت ﷺ نے سمجھایا کہ آخرت میں جس امت کو شفاعت اور شہادت دونوں کا منصب عطا ہوا ہو جب اس کے لیے بالعموم لعنت کا استعمال کرنا ناموزوں ہے تو پھر ان میں جو صدیق کہلا سکیں ان کے لیے تو کس قدر ناموزوں ہو گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس نکتہ کو خوب سمجھ لیا اور اسی لیے اس غلطی کی ہر ممکن طریقہ پر تلافی کرنے کی کوشش بھی کی۔

اس ضمن میں آپ کو باہم اسباب افتراق مٹانے کا بھی ایک بڑا سبق دیا گیا ہے، فرق یہ ہے کہ دنیا ان ظاہری مضرتوں کو اہمیت دیتی ہے اور شریعت آخرت کی مضرتوں کو۔ اس لیے شریعت اپنی نظرحقیقت کے مطابق ان اسباب و اثرات کا ذکر کرتی رہتی ہے اور ظاہر بین ان آثار ظاہری کے درپے رہتا ہے اور اسی کو فلسفہ سے تعبیر کرتا رہتا ہے پس ایک ظاہر پرست کے نزدیک تو نزاہت لسان کا فلسفہ صرف دعوت اتحاد اور باہمی اسباب منافرت کا ترک کرنا ہے۔

حدیث کی نظر میں یہ سب ضمنی اور سطحی نفع نقصان ہیں ان کو سمجھنے سمجھانے کے لیے انسان کی عقل خود بھی کافی ہے جو اصل اور دائیٰ نقصان ہے اور ہماری اور اک عقل سے بالاتر ہے وہ امت کی امتیازی خصوصیت یعنی شفاعت سے محروم ہے حدیث اس کا انکار نہیں کرتی تم اس کا انکار مت کرو بلکہ اس حقیقت کو حاصل کرنے کی کوشش کرو جس کے پاجانے کے بعد تمہارا بنا یا ہوا فلسفہ بلا تعب و مشقت خود بخود پیکار ہو جائے گا۔



ملا علی قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”یہاں صاحب قرآن سے مراد حافظ قرآن ہے۔“ طبرانی اور بنیقی میں مذکور ہے کہ ”میری امت کے شرفاء اور باعزت لوگ حفاظ قرآن اور تجدیز ازار ہیں۔“ مندا الفردوس میں مذکور ہے: ”صاحب قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا (سر بلند) کرنے والا ہے۔ جس نے اس کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی اور جس نے اس کی توہین کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔“

یہ کون لاڈلا سویا ہے والدین کے پیچ

سعود عثمانی

اگر میں یہ قسم کھاؤں کہ ہمارے محبوب چچا مفتی رفع عثمانی جیسا اپنے بھتیجیوں، بھانجیوں سے بے پناہ محبت کرنے والا اور محبت کے مسلسل اظہار میں سب پرفائل ہمارے خاندان میں اور کوئی نہیں تھا تو یہ قسم جھوٹی نہیں ہوگی۔ اور اس سے بڑھ کر اگر یہ کہنا ہو کہ میں نے کسی اور خاندان میں بھی ان صفات کا کوئی اور بزرگ بھی نہیں دیکھا تو مجھے لیکن ہے کہ میں اس قسم میں بھی سچا ہوں گا۔

اگر میں یہ کہوں کہ ان کے رعب اور دبدبے کا ہمہ وقت احساس ہونے، ہماری کوتا ہیوں اور کمزوریوں پر ان کی بھر پور نظر رہنے اور اس کا خوف ہونے کے باوجود وہ ہمارے بہترین دوست تھے، تو یہ بات بھی بالکل سچ ہوگی۔ اور اس دوستی کا کریڈٹ انہی کی خوش مزاجی، نرمی اور بے تکلفی کو جانتا ہے۔ 20 نومبر کے دن جب ہم نے مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد رفع عثمانی کو (اللہ ان کی قبر کونور سے بھر دے) سپردخاک کیا تو بچپن سے آج تک کی وہ تمام چلتی پھرتی تصویریں ایک ایک کر کے آنکھوں کے سامنے سے دھنڈ لارہی تھیں، جن میں سچا موجود تھے۔

ان کے علم و عمل، ان کے مقام و مرتبے کا ہم بے علموں کو نہ اس وقت اندازہ تھا، نہاب تک ادراک ہے۔ اور اس دائرے میں قدم دھرتے ہوئے میرے تو پاؤں جلتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ علمی مرتبے پر بات میرے لیے ممکن نہیں ہے اور ذاتی اور خاندانی حوالوں سے بات کروں تو خود ستائی کا اندیشہ ہے۔ تاہم میرے لیے تو یہی ممکن ہے کہ خاندان کی ایک مرکزی شخصیت اور محبوب چچا کی حیثیت میں ان کی

کچھ یادیں تازہ کر سکوں۔

اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ جیسے ہم بے علم چچا جان کے ان احوال و مقامات کا اندازہ نہیں کر سکتے جو اہل علم اور صاحبانِ کمال ہی کو نصیب ہے، ٹھیک اسی طرح بہت سے علمی طبقات بھی ان خصوصیات کا اندازہ نہ کر پائیں گے جو ان کی خاندانی زندگی میں ہمارے مشاہدے میں آتی رہی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے وہ ہم سب کے بھی نہایت محبوب تھے۔ لیکن ایک اور بات جو گھر سے باہر کے لوگوں کو جانے کا اشتیاق ہوتا ہے، ان آخری لمحات کا ذکر ہے جن سے گزر کرم مکرم آخری سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ چنانچہ یادوں کا ذکر مؤخر کرتے ہوئے اس آخری دن کے آخری لمحات کا ذکر کر دوں تو بہتر ہوگا۔

لگ بھگ دوسال قبل جب عم مکرم پچارفع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کوڈ ٹشپیس ہوا اور دیگر پیچیدگیوں نے بھی جسم میں راہیں تلاش کر لیں، تو فیصلہ یہی کیا گیا کہ انہیں ہسپتاں میں داخل نہ کروایا جائے اور گھر پر ہی مکمل علاج کی بہترین سہولتیں فراہم کر لی جائیں۔ چنانچہ آئی سی یوکی ضروری مشینیں، مونیٹر ز اور آلات بھی مہیا کر لیے گئے اور ایک ماہر آئی سی یو سپیشلٹ کا بھی ہمد وقت بندوبست کر لیا گیا۔ اسداں سے قبل میرے بھائی جان محمود اشرف عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی بے مثال خدمت کر چکے تھے۔ چچا جان کے بے شمار حبائ ثارشاً گردوں میں مولانا انس صاحب بھی دن رات خدمت میں رہتے تھے۔

ان دونوں ساتھیوں کو اللہ کریم بہترین اجر عطا فرمائے کہ انہوں نے خیرخواہی اور خدمت کا حق ادا کر دیا۔ جمعہ 24 ربیع الثانی - 19 نومبر 2022 کو چچا جان کی طبیعت قدرے بہتر تھی۔ رپورٹ بھی بہتر آئی تھیں خاص طور پر گردوں کی رپورٹ۔ جمع کے وقت انہوں نے خدمت گار سے کہا کہ مجھے مسجد لے چلیں۔ خدمت گار نے ہدایات کے مطابق یہ مناسب نہ سمجھا۔ گھر میں صرف پچھی جان موجود تھیں۔ ان سے باتیں کیں اور خاص طور پر بیٹھے کے بارے میں پوچھا جو اس وقت اپنے گھر ان کے ساتھ برطانیہ کے سفر پر تھے۔

عصر اور مغرب کے بیچ اسد کے دوست ان سے ملنے آئے تو انہوں نے ذرا دیر کے لیے جانے کی اجازت چاہی۔ چچا جان نے فرمایا کہ آپ کے دوست ہمارے بھی دوست ہیں، انہیں بیہیں بلا لیں۔ چنانچہ

وہ دوست ان کے کمرے میں آگئے اور چچا جان ان سے با تین کرتے رہے۔ پھر کہا کہ ان کی خاطر مدارات کیجیے، انہیں لسی پلوایے۔

دارالعلوم کی لسی بہت اچھی ہوتی ہے اور چچا جان کو بھی مرغوب تھی۔ یہ لگ بھگ شام سات نج کر سولہ منٹ کی یعنی انتقال سے پندرہ بیس منٹ قبل کی بات ہے۔ ان صاحب کے رخصت ہونے کے بعد چچا جان نے پانی ماٹا۔ پینے کے بعد طبیعت بگڑنے لگی۔ اندازہ ہے کہ شاید دل کا دورہ ہوا۔ آسیجن لیول ایک دم گر گیا۔ آئی سی یو کے ماہر کے طور پر اسد نے مکہ تمام کوششیں کیں۔ اور انہیں کے ساتھ چپ آتھی عثمانی کو، جن کا گھر متصل ہے، اطلاع دی۔ چچا تشریف لائے تو حالت تشویشاک تھی اور آسیجن لیول زیر و تک گرا ہوا تھا۔ انہوں نے سورہ یاسین کی تلاوت شروع کی۔ ڈاکٹر راستے میں تھے اور اس دوران دل کی بحالی کی کوششیں جاری رہیں۔ لیکن سب بے سود تھیں۔

وہ گھٹری آن پہنچی تھی جو مل نہیں سکتی اور جس کی تیاری چچا رفع صاحب نے اپنے علم، عمل، کردار، گفتار سے تمام عمر کی تھی۔ چچا آتھی صاحب فرماتے ہیں کہ ان آخری لمحات میں نہ کوئی تکلیف، نہ بے چینی، نہ آواز، نہ اضطراب، نہ کوئی تغیر۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ بس جانے والا اٹھ کر اس راہ پر چلا گیا تھا۔ جس پر بالآخر ہم سب نے جانا ہے ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا آپ اور ہم اس غم اور اس جدائی کا اندازہ تو کر سکتے ہیں جو ہمارے دلوں پر زخم ڈال کر گزر رہے ہیں۔

لیکن عم کرم چچا آتھی (اللہ انہیں صحت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے) کے غم کا شاید اندازہ بھی نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ ضبط، صبر، حوصلے سے نوازا ہے اور ہم نے زندگی کے بے شمار مراحل پر ان کے مشاہدے کیے ہیں۔ خود اپنی کمزور صحت کے باوجود انہوں نے جنازے، تدفین و ردیگر معاملات کے جس طرح بروقت فیصلے کیے، وہ کسی اور سے ممکن نہیں تھا۔ یہ سب فیصلے بھی کیے جاتے رہے اور دارالعلوم میں تدریس کا سلسلہ بھی معمول کے مطابق جاری رہا۔

دارالعلوم کے مزاج کے مطابق میڈیا پر تشویہ کا بھی کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ لیکن یہ خبر تھی کہ تیز ہوا میں آگ کی طرح پھیلتی جا رہی تھی اور غم تھا کہ ایک سینے سے دوسرے میں سفر کر رہا تھا۔ تو اس کے دن صحیح

و بچے کے قریب لاکھوں لوگ جنازے میں شرکت کے لیے امداد آئے تھے۔ اور ملک کے ہر حصے سے لوگوں کے پیچے اور راستے میں ہونے کی اطلاعات مل رہی تھیں۔

جامعہ دارالعلوم کو رنگی کی بڑی مسجد، جس میں ہزاروں افراد کی جگہ ہے، چھوٹی پڑپچھی تھی اور دارالعلوم اور چار دیواری کے باہرام کے پیچے ہر طرف صفين بنی ہوئی تھیں۔ دارالعلوم کے باہر کو رنگی روڈ بلاک تھی۔ ریخبرز اور پولیس کے انتظامات کے باوجود کسی طرح یہ ممکن نہیں ہتا کہ جنازے کو یہ تمام افراد کندھا دے سکیں۔ ہم سیت کے ساتھ دارالعلوم کے نورانی قبرستان پہنچ جہاں میرے دادا، دادی، نانا، بھائی جان، پچا، ماں میں سمیت بے شمار مجبت کرنے والے شاید ان کے انتظار میں تھے۔

پچا جان رحمۃ اللہ علیہ کو آخری آرام گاہ اپنے والدین کے عین یہوں بیچ نصیب ہوئی تھی۔ اس دن مجبت کرنے والوں نے ایک آفتاب کو سپرد خاک کرتے ہوئے اپنے حصے کی مٹی اس ڈھیری پر ڈالی۔ ”اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے، اور اسی کی طرف تمہیں لوٹائیں گے، اور اسی سے دوبارہ نکال کھڑا کریں گے۔“ اس دن جب میں نے مٹھی بھر کر قبر پر ڈالی تو صاحب قبر کے لیے میرے دل نے یہ شعر بھی پیش کر دیئے۔

صد اسمیٹ دی، لطف سخن لپیٹ دیا
قضاء نے حسن بیاں دفع تعالیٰ پیٹ دیا
میں دیکھتا رہا اس پر بہار چہرے کو
پھراں کے بعد کسی نے کفن لپیٹ دیا
تھی اس کی آخری منزل سرور و چین کے بیچ
یہ کون لا ڈلا سویا ہے والدین کے بیچ



مہمان نوازی ایک معاشرتی حسن

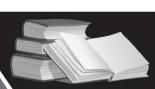
مفتی محمد وقار صرفیع

اسلام کریم پرست اسکالر "الندوہ"، ایجوپیشنل پرست اسلام آباد

مہمان کے آنے پر اس کا پر تپاک استقبال کرنے، اسے خوش آمدید کہنا اور اس کی خاطر مدارات کرنے کا رواج روزِ اول سے ہی دنیا کی تمام مہذب قوموں کا شعار رہا ہے۔ ہر ملک، ہر علاقے اور ہر قوم میں گوکہ "مہمان نوازی" کے انداز و اطوار اور اس کے طور طریقے مختلف ضرور ہیں، لیکن اس بات میں کسی قوم کا بھی اختلاف نہیں کہ آنے والے مہمان کے اعزاز و اکرام میں اس کا پر تپاک استقبال کرنا، اسے خوش آمدید کہنا اور اس کی اپنی حیثیت کے مطابق بڑھ کر ہر ممکنہ خدمت سر انجام دینا اس کا بنیادی حق ہے۔

اس لئے کہ دنیا کی ہر مہذب قوم کے نزدیک مہمان کی عزت تو قیر خود اپنی عزت تو قیر اور مہمان کی ذلت و توہین خود اپنی ذلت و توہین کے متراون سمجھی جاتی ہے۔ لیکن ہمارے مذہب اسلام نے "مہمان نوازی" کے متعلق جو بہترین اصول و قواعد مقرر کئے ہیں یا جس خوب صورت انداز سے اسلام نے ہمیں "مہمان نوازی" کے آداب و ضوابط کا پابند بنایا ہے دنیا کا کوئی بھی مہذب مذہب بھی اس کی ہم سری کا ہر گز دعویٰ نہیں کر سکتا۔

آپ اندازہ لگائیں کہ جو مذہب مہمان کے اعزاز و اکرام کا مقابل میزبان کی ایمان جیسی عظیم دولت سے کراہ ہو بھلا اس نے اس کی "مہمان نوازی" کے متعلق کتنے کڑیل اور سخت اصول و آداب مقرر کر کھے ہوں گے؟ اس کا اندازہ درج ذیل احادیث مبارکہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے: چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ: "جو شخص اللہ جل شانہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ



اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ مہمان کا جائزہ (خصوصی اعزاز و اکرام) ایک دن ایک رات ہے، اور مہمانی تین دن تین رات ہے۔ اور مہمان کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ اتنا طویل قیام کرے کہ جس سے میزبان مشقت میں پڑ جائے۔” (بخاری: ۸/۳۲، مسلم: ۳/۱۳۵۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص مہمان نوازی نہ کرے اس میں کوئی خیر نہیں۔“ حضرت سمرة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مہمان کی ضیافت کا حکم فرمایا کرتے تھے۔“ (مجموع الزوابد: ۸/۳۲۱)

حضرت ابو کریم السالمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ: ”مہمان کی رات کو خاطرداری کرنا ہر ایک مسلمان پر واجب ہے۔ جس نے کسی کے گھر میں رات گزاری وہ شخص اس گھروالے پر ایک قسم کا قرض ہے اگر چاہے تو اسی دن اس قرض کدادا کرے (یعنی وہاں راست گزارے) اور اگر نہ چاہے تو اسے چھوڑ دے۔“ (اور وہاں رات نہ گزارے)۔ (الادب المفرد: ۱/۲۶۰)

ایک شخص نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ درور ہے ہیں۔ اس نے سبب پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”سات (۷) دن سے کوئی مہمان نہیں آیا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں حق تعالیٰ شانہ نے میری ہانت کا ارادہ تو نہیں کر لیا؟“ (احیاء العلوم)

بعض جگہوں اور بعض لوگوں کی یہ بھی عادت دیکھنے کوٹی ہے کہ مہمان بھلا کتنا ہی دور دراز کا سفر طے کر کے کیوں نہ آیا ہو یا مہمان کتنا ہی عزیز اور قریبی کیوں نہ ہو، ہر حال اس کی مہمان نوازی اور اس کی خاطر مدارات کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہیں دی جاتی اس کا حل بھی رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی امت کے سامنے خوب اچھی طرح پیش فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! (اگر) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی قوم کے پاس بھیجیں اور وہ لوگ ہماری ضیافت نہ کریں تو آپ کی رائے میں کیا کرنا چاہیے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”میں بتاتا ہوں کہ مہمان کو کیا کرنا چاہیے؟ جب تم کسی قوم کے پاس جاؤ تو تم انہیں (اپنی مہمان نوازی کی طرف) متوجہ کرو!، اگر وہ مہمان نوازی نہ کریں تو اس قدر لے لو جتنا کہ ایک مہمان کو لے لینا چاہیے۔“ (الادب المفرد: ۱/۲۶۰)

ہر حال مہمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کہیں جا کر اس قدر لمبا قیام نہ کرے کہ جس سے

میزبان کو تنگی اور دقت پیش آنے لگے اور وہ کوئی ایسی حرکت کرنے لگ جائے کہ جس سے مہمان کو اذیت کا سامنا کرنا پڑے۔ مثلاً میزبان مہمان کی غیبت کرنے لگ جائے یا اس کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہونے لگ جائے کہ یہ سب امور میزبان کو گھنگار بنانے والے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ اس صورت میں ہے کہ میزبان کی طرف سے مہمان کے قیام پر اصرار اور تقاضا نہ ہو، یا اس کے انداز و اطوار سے غالب گمان یہ ہو کہ مہمان کا زیادہ قیام میزبان پر گرا نہیں ہے تو اس صورت میں زیادہ لمبا ٹھہر نے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح مہمان کا میزبان سے ایسی فرمائشیں کرنا کہ جو وہ پوری نہ کر سکتا ہو اور اس سے اس کو دقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہو تو یہ بھی میزبان کو تنگی میں ڈالنے کے متعدد ہے۔ لہذا دوسروں کے گھر میں جا کر چنان وچھیں کرنا، یہ چاہیے وہ چاہیے کہنا، ہرگز مناسب نہیں، جو وہ حاضر کر رہا ہے اس کو صبر و شکر سے بثاشت کے ساتھ لے لینا چاہیے۔ اس لئے کہ فرمائشیں کرنا بسا اوقات میزبان کی دقت اور تنگی کا سبب ہوتا ہے، البتہ اگر میزبان کے حال سے یہ اندازہ ہو کہ وہ فرمائش سے خوش ہوتا ہے، مثلاً فرمائش کرنے والا کوئی بہت قریبی عزیز یادوست ہو اور جس سے فرمائش کی جائے وہ اس پر دل و جان سے جان ثمار ہو تو پھر جو چاہے فرمائش کر سکتا ہے۔ (فضائل صدقات: ۱/۱۳۸)

چنانچہ ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں امام زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان بنے۔ امام زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر اپنی ایک باندی کو ایک پرچہ لکھا کرتے تھے جس میں اس وقت کے کھانے کی تفصیل درج ہوتی تھی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وقت باندی سے پرچے کر دیکھا اور اس میں اپنے قلم سے ایک چیز کا اضافہ فرمادیا۔ دستخوان پر جب امام زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ چیز دیکھی تو باندی پر اعتراض کیا کہ میں نے اس کے پکانے کو نہیں لکھا تھا۔ وہ پرچے کر آقا کے پاس آئی اور پرچہ لکھا کر کہا کہ: ”یہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے قلم سے اضافہ فرمائی تھی۔“

امام زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کو دیکھا اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے اس میں اضافہ پر نظر پڑی تو خوشی سے باغ باغ ہو گئے اور اس خوشی میں اس باندی کو ہی آزاد فرمادیا۔ (احیاء العلوم: ۲/۲۲۸)

حاصل یہ کہ اگر ایسا کوئی خاص اور قریبی عزیز یادوست ہو کہ جس کو میزبان بھی دل و جان سے خوب چاہتا ہو تو اس صورت میں یقیناً ایسی فرمائش بھی بڑے لطف کی چیز ہے۔



آسمانی آفات و مصائب اُترنے کے اسباب اور ان کا حل

مفتی محمد راشد سکوی

آسمان سے مصائب اور بلاائیں و آفات اُترنے کا سبب انسان کے اپنے گناہ اور اس کی بد اعمالیاں ہیں، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

“ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ إِمَّا كَسْبَتُ أَيْدِي النَّاسِ لِيُنِيبُّوْهُمْ بَعْضُ الَّذِي
عَمِلُوا عَلَيْهِمْ يَوْمَ جَعْوَنَ” (الروم: ۲۱)

ترجمہ: ”خشتی اور تری میں فساد اُن (گناہوں) کے باعث پھیل گیا ہے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمار کھے ہیں، تاکہ (اللہ) انہیں بعض (برے) اعمال کا مزہ چکھا دے جو انہوں نے کیے ہیں، تاکہ وہ بازاً جائیں۔“

”خشتی سے مراد“ انسانی آبادیاں اور ”تری سے مراد“ سمندر، سمندری راستے اور ساحلی آبادیاں ہیں۔ ”فساد“ سے مراد ہر وہ بگاڑ ہے جس سے انسانوں کے معاشرے اور آبادیوں میں امن و سکون تزویلاً ہو جاتا ہو، اور اُن کے عیش و آرام میں خلل واقع ہو، اس لیے اس (فساد) کا اطلاق معاصی و سینمات پر بھی صحیح ہے کہ انسان ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں، اللہ کی حدود کو پامال اور اخلاقی ضابطوں کو توڑ رہے ہیں اور قتل و خوزریزی عام ہو گئی ہے اور اُن ارضی و سماوی آفات پر بھی اس (فساد) کا اطلاق صحیح ہے جو اللہ کی طرف سے بطور سرز او غنیمہ نازل ہوتی ہیں، جیسے: قحط، کثرت موت، خوف، وبا کیں اور سیلا ب وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان اللہ کی نافرمانیوں کو اپناو طیرہ بنالیں تو پھر مکافاتے عمل کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف۔



سے انسانوں کے اعمال و کردار کا فخر برائیوں کی جانب پھر جاتا ہے اور زمین فساد سے بھر جاتی ہے، امن و سکون ختم اور اُس کی جگہ خوف و دہشت، لوٹ مارا اور قتل و غارت گری عام ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ بعض دفعہ آفاتِ ارضی و سماوی کا بھی نزول ہوتا ہے۔ مقصد اس سے یہی ہوتا ہے کہ اس عالم پر گاڑیا آفاتِ الٰہیہ کو دیکھ کر شاید لوگ گناہوں سے بازا آجائیں، تو پر کر لیں اور ان کا رجوع اللہ کی طرف ہو جائے۔ اس کے برعکس جس معاشرے کا نظام اطاعتِ الٰہی پر قائم ہوا اور اللہ کی حدیں نافذ ہوں، ظلم کی جگہ عدل کا دور دورہ ہو، وہاں امن و سکون اور اللہ کی طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔

جس طرح حضرت ابو ہریرہ رض کی حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

”حَدَّى يُعْمَلُ بِهِ فِي الْأَرْضِ خَيْرٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُمْنَطَرُ وَأَرْبَعِينَ صَبَاحًا۔“

(سنن ابن ماجہ، الرقم: ۲۵۳۱)

”زمین میں اللہ کی ایک حد کو قائم کرنا وہاں کے انسانوں کے لیے چالیس روز کی بارش سے بہتر ہے۔“

اسی طرح یہ حدیث ہے:

”وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ۔“

(صحیح البخاری، الرقم: ۶۵۱۲)

”جب ایک بد کار آدمی فوت ہو جاتا ہے تو بندے ہی اس سے راحت محسوس نہیں کرتے، شہر بھی اور درخت اور جانور بھی آرام پاتے ہیں۔“

آیت مبارکہ کے خلاصے کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ موجودہ صورت حال پر غور کر لے کہ فی زمانہ بے حیائی عام ہونا، ناپ تول میں کمی کرنا، لوگوں کے اموال پر جبری قبضے کرنا، زکوٰۃ نہ دینا، جوا اور سود خوری وغیرہ، الغرض وہ کونسا گناہ ہے جو ہم میں عام نہیں، اور شاید انہی اعمال کا نتیجہ ہے کہ آج کل لوگ ایڈر، کینسر اور دیگر جان لیوا امراض میں بیٹلا ہیں، ظالم حکمران ان پر مقرر ہیں، بارش رُک جانے یا حد سے زیادہ آنے کی آفت کا یہ شکار ہیں، شمن ان پر مسلط ہوتے جا رہے ہیں، قتل و غارت گری ان میں عام ہو چکی ہے، زلزلوں، طوفانوں اور سیلاب کی مصیبتوں میں یہ چنسے ہوئے ہیں، تجارتی خسارے

اور ہر چیز میں بے برکتی کا رونارور ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم عطا کرے اور اپنی بگڑی عملی حالت سدھارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کافروں کے ممالک جہاں کفر و شرک اور زنا و گناہ سب کچھ عام ہے، وہاں فساد کیوں نہیں ہے؟ تو اس کے دو جواب ہیں:

اول یہ کہ کفار کو دنیا میں کئی اعتبار سے مہلت ملی ہوتی ہے، الہدا وہ اُس مہلت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ فساد اور بر بادی صرف مال کے اعتبار سے ہی نہیں ہوتی، بلکہ یہاں یوں اور ذہنی پریشانیوں بلکہ اور بھی ہزاروں اعتبار سے ہوتی ہے، اب ذرا کفار کے ممالک میں جنم لینے والی اور پھیلنے والی نئی نئی یہاں یوں کی معلومات جمع کر لیں، یونہی یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ پاگل خانے، ذہنی مریض، دماغی سکون کی دواوں کا استعمال، دماغی امراض کے معالجین، ذہنی مریضوں کے ادارے اور نفسیاتی ہسپتال بھی انہی کفار کے ممالک میں ہیں اور اسی طرح دنیا میں سب سے زیادہ طلاقین، ناحبائی زواج دیں، بوڑھے والدین کو اولاد ہومز میں چینک کر بھول جانے کے واقعات، یونہی دنیا میں سب سے زیادہ خود کشیاں بھی انہی ممالک میں ہیں، جو ظاہر آتوبرڑے خوشحال نظر آتے ہیں، لیکن اندر سے گل سڑ رہے ہیں۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں انسانوں کی بدائعیوں کے سبب حالات بگڑنے کا تذکرہ بہت تفصیل سے سامنے آتا ہے، ذیل میں احادیث کی روشنی میں بلا کیں اُترنے کے اسباب اور احادیث کی روشنی میں ہی ان آفات کو دور کرنے کے حل ذکر کیے جاتے ہیں:

خیانت: 1- «إِذَا اتَّخَذَ الْفَيْعَيْجِ دَوَّلًا» جب مال غنیمت کو اپنی ذاتی دولت سمجھا جانے لگے۔

2- «وَالْأَمَانَةُ مَغْرِمٌ» امانت کو مال غنیمت سمجھا جانے لگے، یعنی: امانت کو ادا کرنے کی بجائے

خود استعمال کر لیا جائے۔

3- «وَالزَّكَوةُ مَغْرِمٌ» زکوٰۃ کو تاو ان سمجھا جانے لگے، یعنی: خوشی سے دینے کی بجائے

ناگواری سے دیا جائے۔

4- «وَتُعِلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ» علم دین کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے لیے حاصل کیا جانے لگے۔

قطعِ حجی و قطعِ تعلقی: 5- ”وَأَطْلَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ“، آدمی اپنی بیوی کی فرماں برداری.

6- ”وَعَقَ أُمَّهُ“ اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے۔

7- ”وَأَدْنِي صَدِيقَهُ“، دوست کو قریب

8- ”وَأَقْصِي أَبَاهُ“ اور باپ کو دور کرنے لگے۔

شعائرِ اللہ کی توبین: 9- ”وَظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ“، مسجدوں میں کھلم کھلا شور ہونے لگے۔

عہدوں اور مناصب میں بے دینی: 11- ”وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ“، قوم کی سرداری فاسق کرنے لگے۔

12- ”وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ“، قوم کا سربراہ، قوم کا سب سے ذلیل آدمی بن جائے۔

13- ”وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ هَخَافَةً شَرِّهَا“، آدمی کا اکرام اس کے شر سے بچنے کے لیے کیا جانے لگے۔

بے حیائی، فحاشی و عریانی: 14- ”وَظَهَرَتِ الْقَبِيلَاتُ وَالْمَعَازِفُ“، گانے والی عورتوں اور ساز و باجے کا رواج ہونے لگے۔

15- ”وَشُرِبَتِ الْخَمْرُ“، شراب کھلے عام پی جانے لگے۔

عجب و عدم اعتماد: 16- ”وَلَعَنَ آخِرُهُنَّدِهِ الْأُمَّةُ أَوْلَهَا“، امت کے بعد والے لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کو برا بھلا کہنے لگیں۔

”فَارْتَقِبُوا عِنْدَ ذِلِّكَ“ (یعنی: جب یہ پندرہ کام ہونے لگ جائیں تو) اُس وقت انتظار کرو، ”رِيحَانَ حَمْرَاءَ“ سرخ آندھی کا، ”وَزَلْزَلَةً“، زلزلے کا، ”وَخَسْفًا“، زمین میں دھنس جانے کا، ”وَمَسْخًا“ آدمیوں کی صورت گھٹ جانے کا، ”وَقَذْفًا“ اور آسمان سے پھرلوں کے بر سے کا، ”وَآيَاتٍ تَقَابَعَ كِنْظَامٍ قُطْعَ سِلْكُهُ فَتَقَابَعَ“، اور ایسے ہی مسلسل آفات اور بلاوں کے آنے کا انتظار کرو جس طرح کسی ہار کا دھاگا ٹوٹ جائے اور اس کے موئی پے در پے جلدی جلدی گرنے لگیں۔

زن کی کثرت: 16- ”لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطْ حَتَّى يُعْلَمُنَا بِهَا إِلَّا فَشَاءَ

فِيهِمُ الظَّالِمُونَ وَالْأَوْجَاعُ إِلَيْنِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَواً، جب کسی قوم میں علی الاعلان بے حیائی ہونے لگے، تو ان میں طاعون پھیل جاتا ہے، اور ایسی بیماریاں جن کا پہلے نام ونشان نہ تھا۔ (سنن ابن ماجہ)

ناپ تول میں کی: 17- **وَلَمْ يَنْقُصُوا الْبِكَىْلَىْلَ وَالْوَيْزَانَ إِلَّا خَدُوا بِالسَّنَىْنِ** وَشَدَّةُ الْمَوْنَةِ وَجَوْرُ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، جب قوم ناپ تول میں کی کرنے لگے تو ان کے درمیان قحط سالی، حالات کی سختیاں اور بادشاہوں کے ظلم و ستم عام ہو جاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ)

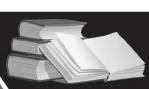
زکاۃ نہ دینا: 18- **وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةً أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنْيَعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْجَهَائِمُ لَمْ يُمْكِرُوْا**، جب کوئی قوم زکاۃ دینا چھوڑ دیتی ہے تو ان سے باشیں روک لی جاتی ہیں، اگر زمین پر چوپائے / جانور نہ ہوں تو بارش کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ برستا۔ (سنن ابن ماجہ)

بعدہدی: 19- **وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًا مِنْ عَيْرِهِمْ فَأَخْذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ**، جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہدوں کیان کو توڑ دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے، وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے ان سے چھین لیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

رشوت: 20- **مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهِرُ فِيهِمُ الرُّشَا إِلَّا أَخْذُوا بِالرُّغْبِ**، جس قوم میں رشوت کی وبا عام ہو جاتی ہے اس پر رعب مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

قرآن و سنت کے خلاف فیصلے ہونا: 21- **وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَمْمَتُهُمْ حِكْمَةً أَبِ اللَّهِ وَيَتَّخِيِرُوا هِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بِأَسْهُمْ بَيِّنَهُمْ**، جس قوم کے حکمران اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے اور جو اللہ نے نازل کیا ہے، اُسے اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

دنیا کی وقعت و عظمت: 22- **إِذَا عَظَمَتْ أُمَّتِي الدُّنْيَا نِزِعَ مِنْهَا هَيْبَةُ الْإِسْلَامِ** جب امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی بیت اس کے دلوں سے نکل جائے گی۔ (جامع الصیر)



امر بالمعروف کا ترک: 23- ”وَإِذَا تَرَكَتِ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالثَّقَفَيْ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِّمَتْ بَرَكَةُ الْوَحْيِ“ جب امر بالمعروف اور نہی عن المنشکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی۔ (جامع الصیر)

گالم گلوچ کی کثرت: 24- ”وَإِذَا تَسَابَطَتِ الْمُتَنَزَّهَاتِ مِنْ عَيْنِ اللَّهِ“ جب امت آپس میں گالم گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ کی نگاہ سے گرجائے گی۔ (جامع الصیر)

قرآن و حدیث میں ان بلا کوں اور آفات کو دور کرنے کے اعمال و اسباب بھی مذکور ہیں، ذیل میں اشارہ ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

1- توبہ و استغفار کرنا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ فَخَرَجَ، وَمَنْ كُلِّ هَمٍ فَرَجَ، وَرَزَقَهُ مَنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔“ (سنن ابو داؤد، رقم: ۱۵۱۸)

ترجمہ: ”جو شخص پابندی سے استغفار کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنادیتے ہیں، ہر غم سے اُسے نجات عطا فرماتے ہیں اور اُسے ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں سے اُس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔“

2- تقویٰ اختیار کرنا

قرآن مجید میں تقویٰ اختیار کرنے والے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَنْ يَتَّقِيَ اللَّهَ يَجْعَلُ لَهُ فَخْرًا، وَيَرْزُقُهُ مَنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ، وَمَنْ يَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔“ (الاطلاق: ۳، ۲)

ترجمہ: ”جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے۔“

3- صدقہ دینا

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بَا كَرُوْفٍ أَيْلِ الصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَجْعَلُهَا۔ (ابن حماد الاوسي، الرقم: ۵۲۳۹)

ترجمہ: ”صحیح سویرے صدقہ کالا کرو، کیونکہ بلا عین اس سے آگے قدم نہیں بڑھ سکتیں۔“

اسی طرح حضرت انس بن مالک سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الصَّدَقَةُ تَمْنَعُ سَبْعِينَ نَوْعًا مِنْ آنَوْاعِ الْبَلَاءِ؛ أَهْوَنُهَا أَجْذَامُ وَالْبَرَصُ۔

(تاریخ بغداد، الرقم: ۲۳۲۶)

ترجمہ: ”صدقہ ستر بائیں کو روکتا ہے جن میں سے سب سے چھوٹی بائیکوڑھ اور برص ہے۔“

4- لا حول ولا قوّة إلا بالله کی کثرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

أَكُثُرُ مِنْ قَوْلٍ: لَا حُوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فِيهَا مِنْ كَثْرَةِ الْجُنَاحَةِ۔

ترجمہ: ”لا حoul ولا قوّة إلا بالله“ کثرت سے کہا کرو، کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے

ایک خزانہ ہے۔“

حضرت مکمل بن عثیمین (تابعی) نے فرمایا: ”فَمَنْ قَالَ: لَا حُوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، وَلَا مُنْجَأً

مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ، كَشَفَ عَنْهُ سَبْعِينَ بَابًا مِنَ الظُّرُورِ أَدْنَاهُنَّ الْفَقْرَ۔“ (سنن الترمذی: ۳۶۰۱)

کہ جو شخص یہ کہے ”لا حoul و لا قوّة إلا بالله و لا منجأ من الله إلا إليه“ یعنی: ضررو

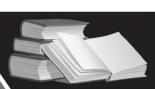
نقسان کو (دفع کرنے کی) قوت اور نفع حاصل کرنے کی طاقت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ

کے عذاب سے نجات اسی (کی رضا و رحمت کی توجہ) پر مخصر ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے ضر و نقسان کی ستر

قسمیں دور کر دیتا ہے، جس میں ادنیٰ قسم فقر و محتاجی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ”جو شخص ”لا حoul ولا قوّة إلا بالله“ پڑھے تو یہ ننانوے (دنیاوی و آخری) بیماریوں



کی دوایہ بن میں سے ادنیٰ بیماری (دنیوی و آخری) غم ہے، (المستدرک علی الصحیحین، الرقم: ۱۹۹۰)

5- آیت کریمہ کو کثرت سے پڑھنا

حضرت سعد بن ابی و قاص رضی اللہ عنہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
 ترجمہ: ”حضرت ذوالنون (اللہ کے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام) جب سمندر کی ایک مچھلی کا لقہ بن کراس کے پیٹ میں پہنچ گئے تھے تو اس وقت اللہ کے حضور میں ان کی دعا یہ تھی: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾، ارشاد فرمایا: ”جو بھی مسلمان بندہ اپنے کسی معاملہ اور مشکل میں اللہ تعالیٰ سے ان کلمات کے ذریعہ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبول ہی فرمائے گا۔

(سنن الترمذی، الرقم: ۳۵۰۵)

قرآن و حدیث میں کہیں ان کلمات کو مخصوص تعداد میں پڑھنے کا تذکرہ نہیں، البتہ بزرگوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں مختلف اعداد (۳۱۳ وغیرہ) بتائے ہیں، ان میں سے کسی بھی عدد کو اختیار کیا جا سکتا ہے، لیکن قرآن و حدیث سے ثبوت کے بغیر کسی عدد کو مستحب نہیں کہا جا سکتا۔

6- درود شریف کی کثرت کرنا

دروド شریف کی کثرت پر ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ساری فکروں کو ختم فرمادیں گے اور تمہارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے: (سنن الترمذی، الرقم: ۲۲۵۷)

7- دعاؤں کا اہتمام کرنا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
 ترجمہ: ”تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے، اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند یہ ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے۔“
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ هِمَّا نَزَّلَ وَمَمَّا لَمْ يَنْزِلْ. فَعَلَيْكُمْ عِبَادَةُ اللَّهِ بِالدُّعَاءِ.“

ترجمہ: ”دعا کا آمد اور نفع مند ہوتی ہے ان حوادث میں بھی جو نازل ہو چکے ہوں اور ان میں بھی



جو ابھی نازل نہیں ہوئے، پس اے خدا کے بندو! دعا کا اہتمام کیا کرو۔“
(سنن الترمذی، الرقم: ۳۵۳۸)

”وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِي الضُّرُّ. وَأَذْتَ أَرْجُمُ الرَّحِيمِينَ. فَاسْتَغْفِرَ لَهُ فَكَشَفْنَا مَا إِنْهُ مِنْ ضُرٍّ وَأَتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةٌ مِنْ عِنْدِنَا وَذُكْرٌ لِلْعَبْدِيْنَ“
(الانبیاء: ۷۸، ۷۹)

ترجمہ: ”اور ایوب (علیہ السلام) کی اس حالت کو یاد کرو، جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تورم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور جو ان کو تکلیف تھی وہ دور کر دی اور ان کو بال بچ بھی عطا فرمائے اور اپنی مہربانی کے ساتھ اتنے ہی اور (بخشش)، تاکہ سچے بندوں کے لیے سببِ نصیحت ہو۔“

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ترجمہ: ”کیا میں تمہیں وہ علم بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ کرے، اور تمہیں بھرپور روزی دلائے، وہ یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دعا کیا کرو، رات میں اور دن میں، کیونکہ دعاؤ من کا خاص ہتھیار یعنی: اس کی خاص طاقت ہے۔“ (مسندابی یعلیٰ، الرقم: ۱۸۱۲)

8- اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”مَا يَفْعُلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلَيْهَا“
(النساء: ۱۳)

ترجمہ: ”اگر تم شکر گزار بن او (صحیح معنی میں) ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر آخر کیا کرے گا؟ اللہ بڑا قادر ہے، اور سب کے حالات کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔“



عالیگیریت (Globalization) کے چیلنجز

مفتی محمد حسین خلیل خیل

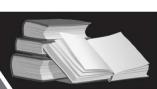
استاذ و محقق جامعہ الرشید کراچی

گذشتہ صدی میں دیوار برلن کے انہدام اور سویٹ یونین کی شکست کے بعد عالمی سطح پر سب سے اہم سوال یہ اٹھا کہ جس دنیا میں ہم رہ رہے ہیں وہ کس سمت جا رہی ہے؟ اس بحث میں سب سے اہم سوال گلوبلائزشن (جو 1897ء میں یہود قیادت نے پروٹوکولز کے نام سے تشكیل دی تھی) کے بارے میں پیدا ہوا کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے کیا اقدامات ہوں؟ اس کے اثرات و نتائج کیا ہوں گے؟

چنانچہ گذشتہ چند عشروں سے مختلف اخبارات و رسائل اور تحقیقی جرائد میں عالیگیریت کے موضوع پر جتنا کچھ لکھا جا چکا ہے اور مسلسل لکھا جا رہا ہے، شاید ہی کسی اور موضوع پر اتنا لکھا گیا ہو۔ ذیل میں ان سوالات سے متعلق کچھ اہم نکات پیش خدمت ہیں:

عالیگیریت کی حقیقت کیا ہے؟

عالیگیریت استعمار (Colonialism) اور استشراق (Orientalism) کی دو تحریکوں کے مجموعے کا نام ہے، جس کے ذریعے مغربی اور صہیونی طاقتوں کے مالی تحفظ کو قائم بنانے کے ساتھ ان کے مذہبی عقائد، اخلاقی اقدار اور معاشرتی ثقافت کو عالمی جامہ پہنا کر پوری دنیا میں رانج کیا جائے۔



عالیگیریت کے پانچ بڑے مقاصد

- 1:- دنیا پر سیاسی برتری کا حصول
- 2:- دنیا پر اقتصادی برتری کا حصول
- 3:- دنیا پر مغربی معاشرتی، تہذیبی اور اخلاقی اقدار کا سلطان
- 4:- پوری دنیا میں مغربی زبان و ادب کی ترویج
- 5:- عالمی عدالت اور سلامتی کو نسل کے ذریعے پوری دنیا پر مغربی حکمرانی کا قیام

عالیگیریت کو نافذ کرنے کے لیے مجوزہ عملی اقدامات

- 1:- اقتصادی اور معاشی برتری کے حصول کے لیے مقامی حکومتوں کو اخلاقی اقدار سے عاری اور کرپٹ حکمرانوں کے ذریعے کمزور کرنا۔
- 2:- عالمی تنظیمیں (جو مغرب کی حکمرانی میں خلل ڈال سکتی ہوں) ختم یا غیر مؤثر کرنا۔
- 3:- اپنے مقاصد کے حصول کے لیے دنیا کے کسی بھی حصے میں آزاد فوجی مداخلت کرنا۔
- 4:- کسی خاص مذهب، قوم یا وطن سے وابستہ ہونے کے احساس کو ختم کرنے کے لیے انسانیت کا نعرہ لگا کر ہر چیز میں یکسانیت پیدا کرنا۔
- 5:- آپس کی تفرقہ بازی کے ذریعے مسلمانوں کے ذہن سے یہ کمال دینا کہ وہ ایک ہی ملت و قوم ہے۔

عالیگیریت (Globalization) کے چند عملی مظاہر

- 1:- پوری دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے ملٹی نیشنل کمپنیوں کا قیام۔ چنانچہ دنیا کی 500 بڑی کمپنیوں میں 308 سے زائد کمپنیاں مغربی دنیا کی ہیں، جن کے ذریعے دنیا کی آدمی سے زائد مصنوعات پر امریکا اور یورپ کا قبضہ ہے۔ ان کمپنیوں میں سے: اے بی بی نامی کمپنی 60 بڑی کمپنیوں کو اپنے اندر ختم کر کے افریقہ کی 130 بڑی کمپنیوں سے بڑا ججم رکھتی ہے۔

تیسیلے 8500 سے زائد مصنوعات کے ساتھ 100 سے زیادہ ملکوں میں کام کرتی ہے، صرف دنیا

کی فیکٹری 100 مرنج کلوینٹر ہے۔

جیلٹ 200 سے زائد ملکوں میں کام کرتی ہے، سالانہ 100 ارب ڈالر سے زائد کی اشیا فروخت کرتی ہے۔
کوکا کولا 400 سے زائد مصنوعات کے ساتھ 200 سے زائد ملکوں میں کام کرتی ہے، روزانہ ایک ارب 23 کروڑ سے زائد مشروبات کی بتیں فروخت کرتی ہے۔

ٹویوتا موٹرز (جاپانی کمپنی) 3 لاکھ سے زائد ملازیں میں کے ساتھ 20 ممالک میں فیکٹری چلا رہی ہے۔ 2000ء میں اس کی مصنوعات سالانہ 9 ملین گاڑیوں پر مشتمل تھی، اس نے 2007ء میں 202 ارب ڈالر سے زائد کی مصنوعات فروخت کیں۔

2:- عالمی اور مقامی میڈیا پر تسلط۔ دنیا کی پانچ بڑی میڈیا فرماز: والٹ ڈزنی، ٹائم وارنر، وایا کام، نیوز کار پوریشن اور سونی غیر مسلموں اور بالخصوص یہودیوں کے قبضے میں ہیں۔ ریڈیو ٹیلی ویژن اور فلمی صنعت کے 99 فیصد حصے پر یہ قابض ہیں جن کے ذریعے دن رات پوری دنیا کے دماغ کو مسخر کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

3:- پوری دنیا میں این جی اوز کے ایک وسیع اور موثر نیٹ ورک کا قیام۔ صرف پاکستان کے صوبہ پنجاب میں این جی اوز کے 33 ہزار 168، سندھ میں 16 ہزار 891، بلوچستان میں 35 ہزار 367 اور خیبر پختونخواہ میں 3 ہزار 33 ادارے جسٹریڈ ہیں۔

4:- مسلم ممالک میں معیشت کی بنیادوں: بینک، انشومنس کمپنیاں، اسٹاک مارکیٹس وغیرہ پر مغربی اداروں کی گرفت۔

5:- میرونی طاقتلوں کی طرف سے سیکولر سیاسی جماعتوں کی حمایت اور انہیں اپنے اہداف کے حصول کے لیے سرگرم رکھنا۔

6:- مسلمانوں میں لسانیت و قومیت کے جراحتیم پیدا کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا۔

7:- عدالیہ، قومی اسемبیلی، سینٹ اور یورو کریسی میں مغربیت پسند افراد کو اونچے عہدوں تک پہنچانا۔

8:- غربت، جہالت، امراض جیسی کمزوریوں کے خاتمه کے بہانے معاشرے کے تمام طبقات میں این جی اوز کا اثر و نفوذ حاصل کرنا۔

9:- اقوام متحده کی چھتری کے نیچے مغربیوں کے ہر ناجائز اقدام کو سند جواز عطا کرنا۔ دنیا کے 140 ممالک میں امریکی فوج کی تعیناتی، افغانستان پر کلستر بموں کی برسات اور عراق پر کارپٹ بمباری اسی جواز کے تحت کی گئی۔ یہ منظم قتل عام اور مختلف سازشیں اب بھی جاری ہے۔ عالیگیریت کے حوالے سے کیا عمل ہونا چاہیے؟۔

چند تجاویز

1:- مغربی عالیگیریت کو من و عن تسلیم کرنے کا رویہ کسی بھی لحاظ سے مناسب نہیں، اس کو بالکل یہ تسلیم کرنے کے ساتھ دین اسلام سے وابستگی اور ملکی سالمیت کو برقرار رکھنا ممکن نہیں۔

2:- عالیگیریت کے نظریے اور اس کے ذرائع کو مکمل طور پر رد کرنا بھی متعدد معروضی حقائق کے پیش نظر ممکن نہیں۔

3:- عالیگیریت کے حوالے سے مفید لائجہ عمل یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے ثابت پہلوؤں سے بھر پور فائدہ اٹھایا جائے اور اس کے منفی پہلوؤں سے بچنے کے لیے درج ذیل اقدامات کیے جائیں:

مسلمانوں کے مختلف طبقات کے درمیان فاصلوں کو کم کرنے، خصوصاً ماہرین علوم شریعت اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے درمیان حائل خلیج کو پاٹنے کی ہر ممکن کوشش کرنا۔

امت کی وحدت کے دردر کھنے والے باصلاحیت اور بالغ نظر علماء اور دانشوروں کی ایک جمیعت بنانا جو عالیگیریت کے منفی اثرات سے تحفظ کے سلسلے میں مختلف قابل عمل پالیسیاں تشکیل دے اور اس حوالے سے سیاست دانوں، ارباب اقتدار، ماہرین تعلیم اور دیگر اہم شعبوں میں فکر بیدار کرنے کی کوششیں کرے۔

میڈیا (جو شمن کا سب سے بڑا زانگیز اور ہمہ گیر تھیار ہے) کا مؤثر طریقے سے ملک و ملت اور اسلام کی حفاظت اور غلبہ کے لیے استعمال شروع کرنا۔ اس سلسلے میں ایران ٹوی وی، حزب اللہ کا میڈیا اور الجزیرہ کو پیش نظر کھا جاسکتا ہے دینی و عصری تعلیمی اداروں میں نظریاتی جنگ کے حوالے سے موژو و جامع نصاب سازی اور تعلیم کی فراہمی کے لیے اقدامات کرنا۔

اقتصادی اور معاشی میدانوں میں اسلامی اصول اور عملی طریقوں کو ترویج دینے کے لیے ہر ممکنہ اقدام کرنا اور ادارے تشکیل دینا۔

حاکم اور رعایا کے حقوق

خطبہ و تحریر: ڈاکٹر اسامہ بن عبداللہ خیاط
امام و خطیب مسجد حرام

ترجمہ: ڈاکٹر عبدالمنان محمد شفیق
معاون مدرس امام القمری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ

اما بعد:

اللہ کے بندوں اللہ سے ڈرو اور قیامت کے دن اس کے حضور میں اپنی ملاقات اور پیشی کو یاد کرو، فرمان الہی ہے: جس روز آدمی وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور کافر پکارا ٹھے گا کہ کاش میں خاک ہوتا (نباء/40)، پس خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے اپنی اس حاضری کے لئے خوب اچھی طرح تیاری کی اس حال میں کہ وہ بہترین تو شر اختریار کرنے والا، ہر وادی میں اللہ کی طرف چلنے والا، ہر راستے سے اس کی طرف کو شش کرنے والا، اس کی قربت اور وسیلہ تلاش کرنے والا، اور اسی سے قبولیت، مغفرت اور رضامندی کی امید رکھنے والا ہے۔

اللہ کے بندو: جب اللہ کی طرف سے اپنے رسول پر نازل کردہ واضح نشانیوں اور ہدایت پر جہالت و علمی کا غلبہ ہو جاتا ہے، اور جب رسول کے ذریعہ لائے گئے حق کے بارے میں علم کم ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں بہت سارے لوگوں کا فہم و سمجھ گمراہ ہو جاتا ہے، اور ان کی عقلیں بھی بھٹک جاتی ہیں،

چنانچہ وہ اللہ کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں اور ان راستوں کی پیروی میں لگ جاتے ہیں جو ان کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیتا ہے، پھر ان کی اکثریت جلد ہی گناہ اور سرکشی میں واقع ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے بارے میں بنا کسی علم کے بات کرتے ہیں، اسی طرح جھوٹ اور بربادی میں پھیلاتے و نشر کرتے ہیں، اور ایسا وہ اپنے خواہش نفس کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے نیز شیطان کی عبادت میں کرتے ہیں کیونکہ شیطان اور اس کی جماعت جو بھی مسلک ان کے لئے خوشنما بنائے پیش کرتا ہے اور جس بھی منجھ و طریقہ کی طرف بلا تا ہے، اور جو بھی بنا علمی دلیل کے با�یں، نعرے اور تجاویز و افکار پھیلاتا ہے ان سب میں وہ شیطان کی اطاعت کرتے ہیں، کیونکہ کتاب و سنت یا سلف امت کے عمل میں کوئی ایسی دلیل نہیں پائی جاتی ہے جو ان سب کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہو، اسی طرح موجودہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کے سپورٹ و تاسید میں ہو، ناہی زمانہ کی کوئی ایسی ضرورت ہے جو اس کو تقویت بخششی ہو یا اس کے کہنے کو درست قرار دیتی ہو۔

بندگان الہی: اور اس میں سرفہرست وہ جماعتیں، فرقے، پارٹیاں اور تنظیمیں ہیں جو کسی چیز کا انکار کر کے یا اس میں شک و شبہ پیدا کر کے یا اس کی صحیح درست شکل و صورت سے تحریف کر کے اس کے خلاف لڑائی و جنگ کرتی ہیں، اور انہوں نے اہل سنت و جماعت کے اصولوں میں سے عقیدہ سے متعلق ایک بہت ہی اہم اصل کو اس انکار کا اپنا میدان بنالیا ہے، اور اس کو شک و شبہ، دجل و فریب اور تحریف کا مجال قرار دیدیا ہے، جس کی بہت کم مثال ملتی ہے، اور عقیدہ سے متعلق وہ اصل وضابطہ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کا واجب ہونا اور ان کے خلاف بغاوت و سرکشی کا حرام ہونا ہے، اور اس سلسلے میں ان کو ان دلیلوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے جن کا بیان قرآن مجید کی محکم آیتوں میں ہوا ہے یا جو واضح صحیح روایتوں میں پائی جاتی ہیں یا جن پر اماموں کا اتفاق ہے اور جو ان سے مستند طور پر ثابت ہیں۔

برادران اسلام: جان لو کہ مسلمان حاکم کی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں بالکل واضح اور صاف طور پر موجود ہے جس میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں ہے، فرمان الہی ہے: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور آخرت کے دن پر

ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریق کارہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے (نساء / 59)

اس آیت میں اولوala مرکاذ کر ہے، جن سے مراد تفسیر نگاروں کے امام علامہ ابن جریر طبری کے قول کے مطابق امراء اور ولۃ یعنی حکمران ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حکمرانوں کی اطاعت کا ہر اس چیز میں حکم دیا ہے جس میں اللہ کی اطاعت اور مسلمانوں کے لئے مصلحت و فائدہ ہے، اور یہی قول امام احمد بن حنبل اور علماء کی ایک جماعت کا بھی ہے۔

علامہ ابن جریر الطیبی نے اپنے اس قول پر اس طرح سے استدلال کیا ہے کہ جب یہ چیز معلوم ہے کہ اللہ، اس کے رسول اور امام عادل کو چھوڑ کر کسی اور کی اطاعت واجب نہیں ہے، اور اللہ نے اپنے قول أطِيعُوا اللَّهَ وَأطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكَ مِنْكُمْ میں ہمارے امور کے جواب لیا اور سر پرست ہیں ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن اولیاء امور کی اطاعت کا حکم دیا ہے وہ ہمارے امام اور وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے امور کے والی ہیں، اس میں ان کے علاوہ لوگ شامل نہیں ہیں، اور اگر چہ ہر اس حکم دینے والے کی بات مانا ضروری ہے جو اللہ کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے اور اس کی نافرمانی سے روکتا ہے لیکن امر و نجی یعنی حکم و ممانعت میں اطاعت صرف انہی اماموں کی واجب و ضروری ہے جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنے بندوں پر ہر اس چیز میں لازم قرار دیا ہے جس کا حکم وہ اپنی رعایا کو دیں اور جس میں لوگوں کے لئے مصلحت ہو، علامہ ابن جریر طبری کی بات ختم ہوئی۔

حضرات گرامی: اسی طرح یہ حکم صحیح احادیث میں بھی بالکل واضح و صریح طور پر آیا ہے جیسا کہ صحیح واضح اور روشن ہوتی ہے، چنانچہ امام بخاری رضی اللہ عنہ اور امام مسلم رضی اللہ عنہیں نے اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلم شخص پر امام کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے خواہ اس کو وہ چیز پسند ہو یا ناپسند ہو، لیکن جب اس کو معصیت و نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر اس کے اوپر امام کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا واجب نہیں ہے۔

اس حدیث میں پسند و ناپسند سے مراد جو اس کے مقصد و خواہش کے موافق ہو یا مخالف ہو، اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امام و حاکم کی

اطاعت و فرماں برداری کو شدت و آسانی میں، خوشی و ناراضگی میں، مشقت وغیر مشقت میں لازم پڑو۔ اس حدیث کا مطلب ہے کہ خوشی و ناراضگی کی حالت میں، سختی اور آسانی کی حالت میں، بھلائی اور برائی کی حالت میں اور ان تمام چیزوں میں جو نفس پر بھاری و شاق ہوتا ہے، اس کو ناپسند ہوتا ہے مگر وہ معصیت و نافرمانی نہیں ہوتی ہے۔

اسی طرح بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی، اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے امیر کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی۔

اور امام بخاری نے اپنے صحیح میں حضرت انس بن مالک[ؓ] سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تمہارے اوپر کوئی جبشی غلام ہی حاکم اور امیر بنا دیا جائے جس کا سر کشمکش کی طرح ہو یعنی بہت ہی چھوٹا اور کالا ہو، مطلب یہ کہ بہت ہی حقیر و ذلیل انسان ہو۔ اور حضرت عبادہ بن صامت رض کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہم سب کو بلا یا تو ہم نے آپ سے بیعت کی، پھر وہ کہتے ہیں کہ جن چیزوں پر آپ نے ہم سے بیعت لی تھی وہ یہ تھی کہ ہم آپ ﷺ کی بات مانیں گے اور آپ ﷺ کی اطاعت کریں گے خوشی و ناخوشی کی حالت میں، شدت و آسانی کی حالت میں اور مصیبت وغیر مصیبت میں، اور یہ کہ ہم کسی حاکم یا امیر سے اس کے حکم کے بارے میں اختلاف و جھگڑا نہیں کریں گے، مگر یہ کہ تم لوگ کفر بواح دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔

اور بواح کا مطلب ہے کہ بالکل واضح اور ظاہر ہو جس میں کسی طرح کا کوئی شک نہ ہو۔ بندگان خدا: اس عظیم قاعدہ و اصل کی حفاظت اور اس بنیادی قانون کے تحفظ اور لوگوں کو اس کا عادی بنانے کے لئے شریعت نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور ان پر ابھارا ہے، ان میں حاکم کی عزت کرنا،

اس کا احترام کرنا، اور ان چیزوں سے مکمل طور سے دور رہنا جس سے اس کی عزت میں کمی آتی ہو اور اس کی شان میں گستاخی ہوتی ہو یا اس کے خلاف بغاوت ہوتی ہو۔

اسی وجہ سے بعض علماء کا کہنا ہے کہ حکم کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں گفتگو کرنا یا علانية طور پر اس کو نصیحت کرنا اور اس کو بدنام کرنا دراصل اس کی اہانت و تذلیل ہے جس کے مرتكب کو اللہ نے ڈرایا و دھمکایا ہے، لہذا ابلاشبہ اس چیز کی رعایت اور اس کا خیال رکھنا ان علماء کے لئے ضروری ہے جو حکام کو نصیحت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں کیونکہ ان کا ان سے تعلق ہوتا ہے، اور وہ ان سے ملاقات کرتے رہتے ہیں اور دوسروں کو چھوڑ کر ان کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، کیونکہ دین کی ضروریات میں سے بعض مشتبہ اور مختلط چیزوں پر علانية بادشاہ کی مخالفت کرنا، اور اس پر مخنوں، مجلسوں، مسجدوں، میگزینوں اور جلسوں وغیرہ میں رد کرنا درحقیقت یہ نصیحت کرنا نہیں ہے، لہذا جو ایسا کرتے ہیں ان کے فعل عمل کو دیکھ کر دھوکہ مت کھاؤ اگرچہ اس کی نیت اچھی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ایسا کرنا ہمارے مقنذی سلف صالحین کے خلاف ہے، اور اللہ تعالیٰ ہدایت کا ولی ہے۔ ان کی بات ختم ہوئی۔

اسی وجہ سے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اہل علم نے مسلمان حکم اور سرپرست کے اس تو قیر، احترام اور عزت کو عموم اور رعایا پر واجب قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ جیسا کہ امام قرقانی نے تحریر کیا ہے یہ ہے کہ پبلک اور عوامی مفادات کو ضبط و کنٹرول کرنا واجب ہے، اور یہ واجب اسی صورت میں منضبط ہوگا جب رعایا کے دلوں میں اماموں اور حکمرانوں کی تعظیم ہوگی، اور جب بھی رعایا کے اندر ان کے بارے میں اختلاف ہوگا تو مصلحت ناپید ہو جائیگی، اور یہ شرعی قاعدہ ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب حاصل نہ ہو تو وہ چیز واجب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ اے بنو آن اللہ: سن لوا اہل سنت و جماعت کے عقائدی اصولوں میں سے اس عظیم اصل کو مضبوطی سے پکڑ لو، اور امت کے سلف صالحین صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی اس درست طریقہ کی پابندی کرنے میں احسان کے ساتھ اقتداء اور پیروی کرو، کیونکہ اس سے لڑائی اور جھگڑا کا دروازہ بند ہوتا ہے، دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، اتفاق و اتحاد پر وان چڑھتا ہے، فتنہ اور سازش کی آگ بجھ جاتی ہے،

براہیاں دور ہوتی ہیں، دشمن ذلیل و خوار ہوتے ہیں، اور ان کے مکروہ سازش کے تیرا نہی کی طرف پلٹ جاتے ہیں، ترقی اور نمو برابر جاری رہتا ہے، خوشحالی اور آسودگی متصل ہوتی ہے، ملک محفوظ رہتا ہے، شہر آباد ہوتے ہیں، خیر کی کثرت ہوتی ہے، امن و امان عام ہوتا ہے، سلامتی پھیل جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ سب کو اپنے کتاب کی ہدایت اور اپنے نبی ﷺ کی سنت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ عظیم جلیل بزرگ و برتر سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہر قسم کے گناہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں یقنا وہ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

دوسری خطبہ:

اما بعد: اللہ کے بندوں: نبی کریم ﷺ کے جامع کلمات اور محمدی ہدایت کے ذخیروں میں سے ایک بیش قیمتی ذخیرہ یہ حدیث شریف ہے جس کو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنے مند میں صحیح سند کے ساتھ محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ میں خیف کے مقام پر کھڑے ہوئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کے چہرے کو خوبصورت، تروتازہ و بارونق بنادے جس نے میری کوئی بات سنی اور اس کو یاد کر لیا، اور پھر اس کو ایسے شخص سے بیان کیا جس نے اس کو نہیں سناتا، کیونکہ بہت سارے علم والے ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس فقہ و سمجھ نہیں ہوتی ہے، اور بہت سارے علم والے ایسے ہوتے ہیں کہ دوسرا اس سے کہیں زیادہ سمجھدار ہوتا ہے، تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ مومن کے دل کی اصلاح ہوتی ہے، اس پر عمل کرنے سے اس کا دل بغرض و کینہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

(۱): عمل میں اخلاص و للہیت۔

(۲): حاکم کی خیر خواہی، اور دوسرے الفاظ میں اس طرح سے ہے کہ حاکم کی اطاعت۔

(۳): جماعت کو لازم پکڑنا

اور ان کے لئے غائبانہ طور پر دعا کی جائے گی اور دوسرے الفاظ میں اس طرح سے ہے کہ ان کی دعا سب کو شامل ہوتی ہے۔

یہ ایک بہت ہی عظیم اور جامع حدیث ہے جو کہ اپنے اندر ان تمام چیزوں کو جمع کرنے ہوئے ہے جس سے دین و دنیا دونوں قائم ہیں اور جس میں دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی پوشیدہ ہے۔ اور یہ تین چیزیں جن کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے قول کے مطابق دینی اصول اور اس کے قاعدوں کو اپنے اندر جمع کرنے ہوئے ہیں، اور ان حقوق کو بھی شامل ہیں جو اللہ اور اس کے بندوں کے ہیں، اور اس سے دنیا و آخرت دونوں کے فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور اس کا بیان یہ ہے کہ حقوق کی دو قسمیں ہیں: اللہ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق، اللہ کا حق یہ ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا سیں، اور بندوں کے حقوق کی دو قسمیں ہیں: (۱) خاص حق (۲) عام حق۔ خاص حق مثلاً ہر انسان کا اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا، بیوی کا حق، پڑوستی کا حق، یہ خاص حقوق ہیں جو کہ دین کے فروع میں سے ہیں کیونکہ بسا اوقات یہ مکلف پرواجب نہیں رہ جاتا ہے اور اس کی مصلحت بھی خاص اور شخصی ہے۔

اور جہاں عام حقوق کا سوال ہے تو اس میں دو طرح کے لوگ آتے ہیں: نگہبانی یعنی حکمرانی کرنے والے لوگ (۲) رعایا اور پیلک۔

پس حکمرانوں کا حق ان کو فتح کرنا اور ان کے خلاف بغاوت نہیں کرنا ہے، اور پیلک کا حق جماعت کو لازم پکڑنا ہے کیونکہ رعایا کی مصلحت اور پیلک کافائدہ صرف یکجا ہونے اور اتفاق و تحداد میں ہے، اور وہ کبھی بھی گمراہی و ضلالت پر اکٹھا نہیں ہو سکتے ہیں، بلکہ ان کے دین و دنیا دونوں کی مصلحت اور مفاد اسی میں ہے کہ وہ ایک ہو کر رہیں اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں، معلوم ہوا کہ یہ خصلتیں، عادتیں اور خوبیاں دین کے اصول کو جامع ہیں، ابن تیمیہ کی بات ختم ہوئی۔

اللہ کے بندوں: اللہ سے خوف کھاؤ اور اس نبی ہدایت کو دنیا و آخرت میں سعادت اور خوش بختی حاصل کرنے کے لئے اپنا بہترین ساز و سامان بنالو، اور اب اللہ کے مخلوق کی سب سے بہتر و فضل شخصیت محمد ﷺ بن عبد اللہ پر درود وسلام بھجو کیونکہ اس کا حکم اللہ نے دیا ہے، فرمایا: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں لہذا اے مسلمانو! تم لوگ بھی ان پر بکثرت درود وسلام بھیجو۔



انٹرویو

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب دامت برکاتہم

میزبان: سفیان علی فاروقی

جامعہ دارالتفوی نے فیصلہ کیا کہ ہر شارہ میں اپنے بزرگ اکابرین کے حالات زندگی اور ان کے قیمتی نصائح عموم الناس تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے اور وقت فراغت اپنے اکابرین میں سے ایک کا انٹرویو شامل کیا جائے یہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے اور اس سلسلہ کی ابتداء ایک انتہائی محترم خانوادے سے تعلق رکھنے والے ہمارے جامعہ کے اسٹاڈ اور ملک کی معروف دینی شخصیت حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب دامت برکاتہم سے کی جا رہی ہے۔ دوران انٹرویو ہمارے ساتھ موجود ہے مولانا پروفیسر ایوب کر فاروقی (یونیورسٹی پنجاب کالج) پروفیسر ڈاکٹر امداد صاحب (سنٹر آف اسلامک اکنائک ایڈن فننس پسیئر یونیورسٹی)۔

سفیان علی فاروقی (شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالتفوی لاہور)

ادارہ:- سب سے پہلے ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنے قیمتی وقت سے کچھ لمحاتے عنایت کیے اور ماہنامہ دارالتفوی لاہور کو انٹرویو کے لیے ٹائم دیا، امید ہے کہ اس انٹرویو سے آپ اور آپ کے خاندان خصوصاً والدگرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے دادا شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی بھی عموم الناس کے سامنے آئیں گے۔

ادارہ:- آپ کا نام و نسب، تاریخ پیدائش و جائے پیدائش کیا ہے؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- میرا نام (ڈاکٹر) محمد سعد صدیقی ہے۔

21 اکتوبر 1960 میں کراچی میں پیدا ہوا، کاغذات میں تاریخ پیدائش 10 اگست 1961

لکھی ہوئی ہے۔

اس وقت ہم ٹنڈوالہ یار میں رہائش پذیر تھے اور وہاں دارالعلوم اسلامیہ جو کہ دارالعلوم دیوبند کی طرز

پر بناتھا بلکہ اس کا محل وقوع بھی دارالعلوم دیوبند سے بہت مشابق تھا یعنی دیوبند کا محل وقوع یہ تھا کہ وہ بذات خود ایک چھوٹا سا قصبہ تھا لیکن اس کے ایک طرف بڑا شہر سہارنپور اور ایک طرف بڑا شہر مظفرگڑھ تھا اسی طرح سے ٹندروں والے یا رہبھی ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور اس کے ایک طرف بڑا شہر حیدرآباد اور دہلی طرف بڑا شہر میر پور خاص تھا اور تقریباً دونوں بڑے شہروں سے فاصلہ بھی اتنا ہی تھا جتنا کہ دیوبند کا دونوں بڑے شہروں سے۔

وہاں دارالعلوم اسلامیہ میں والد محترم مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بن مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ استاذ الحدیث تھے اور مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث تھے۔

ادارہ: آپ نے دینی و عصری تعلیم کہاں کہاں سے حاصل کی اور کون کمن مشہور اساتذہ سے استفادے کے موقع میسر آئے؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب: - ابتدائی تعلیم ٹندروں والہ یار ہی میں حاصل کی اور دس یا 12 سال کی عمر میں وہیں حفظ کیا، حفظ مکمل ہونے پر والد محترم نے میرے دادا یعنی اپنے والد محترم مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جو یہاں لاہور میں مقیم تھے کو خط لکھا کہ سعد کا قرآن پاک مکمل ہو گیا ہے تو ان کا فوراً جواب آیا کہ میں آرہا ہوں کوئی تقریب رکھ لو حضرت اباجی تشریف لائے، ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت نے بیان فرمایا اس تقریب کی کچھ چیزیں مجھے اب تک یاد ہیں تو اگلے دن صبح کو مجھے بلوایا اور پوچھنے لگے: بیٹے اب تو کیا کرے گا؟ مدرسہ میں داخلہ لے گا یا سکول میں؟۔

تو میں نے عرض کیا کہ اباجی (والد صاحب) کو ہم اپنی کہتے تھے اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اباجی میں تو ان شاء اللہ مدرسہ میں داخلہ لوں گا اس بات پر اباجی بہت خوش ہوئے، مجھے شاباش دی اور فرمانے لگے: میری ایک نصیحت یاد رکھنا کہ تو اگر دھوپ میں جا رہا ہو اور تجھے کوئی دیوار نظر آئے اور تو اس دیوار کے سامنے میں چلنے لگے پھر تجھے پتا چلے کہ یہ دیوار تو سکول کی ہے تو بیٹے دھوپ میں چل لیجیوں دیوار کے سامنے میں مت چلیو۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا انتظام فرمایا کہ میں کبھی سکول کیا ہی نہیں، حفظ کے بعد والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں ٹندروں والہ یار میں ایک ماسٹر صاحب تھے ماسٹر حسن الدین صاحب وہ پرانگری ٹینگنگ کے بڑے ایکسپرٹ تھے ان سے کہا کہ شام کو گھر آ کر اسے پڑھا دیا کرو تو پھر پانچویں تک ان سے پڑھا اس وقت

پانچ بیس تک انگریزی نہیں ہوتی تھی، پانچ بیس کے بعد ایک اور استاد نے آناشروع کر دیا اس طرح 1974 میں نویں جماعت کا امتحان دیا۔ اس وقت میں لاہور میں میٹرک اکھٹا ہوتا تھا اور ٹنڈوالہ یار میں نویں اور دسویں کا امتحان الگ الگ ہوتا تھا، نویں جماعت کا رزلٹ ابھی نہیں آیا تھا کہ مولانا محمد ادريس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پر ملال ہو گیا اور ہم لاہور چلے آئے۔

لاہور آ کر بھی میرا یہی پروگرام تھا کہ میں 10 ویں کا امتحان وہیں ٹنڈوالہ یار میں جا کر دوں تاکہ نویں کے پرچے ضائع نہ ہوں لیکن یہاں آ کر ایک تو یہ مشکل تھی کہ وہاں کا نصاب نہیں ملتا تھا دوسرا پڑھانے والا کوئی نہیں تھا سو پھر ارادہ یہ ہوا کہ پورا میٹرک ہی یہاں کر لیا جائے تو ایک ماہ کی تیاری کے بعد میں نے مکمل میٹرک کا امتحان یہاں لاہور میں دیا اور الحمد للہ کامیاب ہو گیا۔

حفظ کے بعد وہاں ٹنڈوالہ یار میں درس نظامی کا آغاز بھی کر دیا تھا یعنی دینی و عصری تعلیم اکھٹی چل رہی تھی صبح مدرسہ جانا ہوتا اور شام کو ماسٹر صاحب پڑھانے آ جاتے تھے۔ وہاں درجہ اولی میں ہمارے استاد مولانا عمر محمد سواتی تھے وہ صرف ونجو کے بڑے ماہر تھے تو ابتدائی تین سال تقریباً مسلسل ان سے پڑھتا رہا صرف میر، نجومیر وغیرہ ان ہی سے پڑھیں اس کے علاوہ وہاں دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں مولانا ڈاکٹر یوسف فاروقی صاحب بھی پڑھاتے تھے ان سے میں نے اصول الشاشی پڑھی ان کا انداز تدریس بہت شاندار تھا اور مجھے آج تک ان کے اس باقی اور باقی میں یاد ہیں، تین سال یعنی درجہ ثالثہ تک کی تعلیم ٹنڈوالہ یار میں حاصل کی پھر جون 1974 میں مولانا محمد ادريس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرتِ آیات ہوئی، مولانا کی وفات سے پہلے بیاری کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا جب مرض میں شدت ہوئی تو والد محترم رحمۃ اللہ علیہ وفات سے تقریباً 12 دن پہلے خدمت کے لیے لاہور تشریف لے آئے، میں اس وقت ٹنڈوالہ یار ہی میں تھا۔

مولانا محمد ادريس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں بڑے بڑے اکابر علماء کرام موجود تھے، مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کراچی سے تشریف لے آچکے تھے اب سب سوچ رہے تھے کہ جنازہ کن سے پڑھوایا جائے تمام اکابر نے جنازہ پڑھانے کے لیے مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کر دیا یوں والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم کا جنازہ پڑھایا۔

اس کے بعد اکابر علماء کرام اور جامعہ اشرفیہ لاہور کی شورئی نے فیصلہ کیا کہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ ٹنڈوالہ یار سے لاہور شفت ہو جائیں اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی منند کو سننجھا لیں لیکن والد صاحب کے لاہور شقل ہونے کا اصل محرک جو بنادہ یہ تھا کہ اباجی کی وفات کے کچھ دن بعد مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ نے والد صاحب کو بلا یا اور پرداہ میں فرمایا کہ ”میں تمہیں بھیتیت اہلیہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم دیتی ہوں کہ آپ لاہور شفت ہو جائیں۔“

ٹنڈوالہ یار کی رہائش چھوڑنا والد صاحب کے لیے بہت بڑا چیخ تھا والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے وطن کاندھلہ میں اتنا نہیں رہا جتنا ٹنڈوالہ یار میں رہا ہوں، 1950 میں والد صاحب نے پاکستان بھارت کی تھی اور 1950 سے لیکر 1974 تک 24 سال کا عرصہ اور قمری مہینوں کے لحاظ سے 25 سال کا عرصہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے ٹنڈوالہ یار میں گزارا۔

والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے حفظ کیا پھر تھانہ بھومن چلے گئے وہاں ابتدائی کتابیں پڑیں پھر دارالعلوم دیوبند چلے گئے پھر جامعہ اسلامیہ ڈھائیل چلے گئے اور وہاں سے فراغت ہوئی، فراغت کے بعد ایک سال غالباً 1945 یا 1946 میں ایک سال بہاولپور مدرسہ میں پڑھایا جو کہ ایک قدیم مدرسہ ہے اور غالباً 1937 یا 1938 میں قائم ہوا تھا۔ مجھے ایک سال قبل وہاں جانے کا اتفاق ہوا وہاں انہوں نے مجھے وہ کتابیں بھی دکھائیں جو والد محترم کے زیر مطالعہ تھیں اور ان میں جگہ جگہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے گئے حواشی بھی موجود تھے۔ جب والد محترم رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے جانے لگتے تو انہوں نے کہا کہ آپ تو جا رہے ہیں یہ کتابیں یہاں چھوڑ جائیں تاکہ استفادہ ہوتا رہے تو والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے ساری کتابیں ان کے مدرسہ کو دیدیں۔

مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ میرے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے اور ان کے بیٹے مولانا آفتاب والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور مدینہ منورہ میں مقیم تھے پاکستان آنا ہوتا تو لاہور ہمارے ہاں ضرور تشریف لاتے، میں نے ایک بڑا عجیب منظر دیکھا کہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا آفتاب صاحب جب دونوں بیٹے ہوتے تو بڑی عجیب کیفیت ہوتی جو میں محسوس کرتا تھا کہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ ان کا احترام کرتے تھے کہ وہ ان کے استاد کے بیٹے ہیں اور وہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کا احترام کرتے تھے کہ وہ ان کے استاد ہیں یہ باہم ادب و احترام کا ایک حسین امتزاج تھا۔

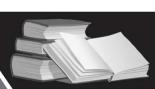
جو کہ بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔

ان سے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی بے تکفی بھی تھی والد محترم فرماتے ہیں کہ بہاولپور میں ہم تینوں ایک ہی مکان میں رہتے تھے (مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، والد محترم رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا آفتا ب صاحب) گری بہت شدید تھی رات کو سخن میں سوتے تھے صرف ایک پنکھا ہوتا تھا پیڈشل فین اور یہ بیچارہ آفتا ب ساری رات ایک بغل میں چار پائی اور ایک میں بسترا دبائے پھر تارہتا تھا کیوں کہ اگر ایک طرف پاؤں کرتا تو پنکھے سے دور ہو جاتا اور گرمی لگتی، ایک طرف پاؤں کرتا تو قبلے کی طرف ہو جاتے، ایک طرف پاؤں کرتا تو مولانا بدر عالم کی طرف ہو جاتے، ایک طرف پاؤں کرتا تو میری طرف ہو جاتے بچارا ساری رات یونہی پھر تارہتا تھا جب نماز کے بعد ہم مطاعمہ میں مصروف ہو جاتے تو پھر یہ سوتے تھے۔

بہاولپور سے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ ڈھانیل واپس چلے گئے پھر وہاں سے سن 1950 میں کراچی ہجرت کی وہاں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ آپ ٹنڈوالہ یار چلے جائیں یوں پھر والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے ٹنڈوالہ یار میں سکونت اختیار کی اسی لیے وہ فرماتے تھے کہ میں اپنے وطن کا نامہ میں اتنا نہیں رہا جتنا ٹنڈوالہ یار میں رہا ہوں۔

یوں میرا بچپن اور لڑکپن ٹنڈوالہ یار میں گزر اور جب ہم لاہور شفت ہوئے تو میری عمر اس وقت غالباً 15 یا 16 برس تھی اس دوران میں حفظ کر چکا تھا درس نظامی کے تین سال مکمل ہو چکے تھے اور نویں کے پیپر دے چکا تھا، درجہ رابعہ میں یہاں جامعہ اشرفیہ آ کر داخلہ لیا لیکن ہوا یوں کہ ہدایت الحکوم کا فیہ میں پڑھ کر آیا تھا یہاں جامعہ اشرفیہ کے نظام میں شرح جامی درجہ ثالثہ میں پڑھائی جاتی تھی اور وہاں جامعہ اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں شرح جامی درجہ رابعہ میں پڑھائی جاتی تھے اور یہاں درجہ ثالثہ تک کے اساق نیلا گنبد میں ہوتے تھے اور درجہ رابعہ سے آگے کے درجات فیروز پور روڈ میں تھے اگر درجہ ثالثہ میں داخلہ لیتا تو مجھے روزانہ نیلا گنبد جانا پڑتا تو والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی تو میری وجہ سے اس سال شرح جامی درجہ رابعہ کے ساتھ پڑھائی گئی اور مولانا مشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح جامی پڑھائی بعد میں انہی سے ہدایت بھی پڑھی۔

درجہ رابعہ سے دورہ حدیث شریف تک جامعہ اشرفیہ میں پڑھا اور 1978ھ بمرطابق 1398ھ میں



فراغت ہوئی۔ 1975 میں پرائیویٹ میرک کیا، 1977 میں انگریزی عصری و دینی تعلیم ساتھ چلتی رہی اس کی ترتیب کچھ یوں تھی کہ عصر تک مرے کے اس باق اور اس کے بعد شاہ عالمی میں ایک پرائیویٹ کالج تھا پاک سینئر روڈ کالج جس کی شہرت کافی اچھی تھی وہاں داخلہ لیا، شروع شروع میں کالج بس سے جانا ہوتا تھا لیکن اس میں کافی وقت لگ جاتا تھا اس وجہ سے پھر میں نے سائیکل لے لی اور سائیکل پر جانے لگا، اچھا حسن اتفاق ایسا ہوا کہ جس دن میرا اشٹر کا آخری پیپر تھا اس دن میرا دورہ حدیث کا پہلا سبق تھا پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اس سال عصری تعلیم کو موقوف کر دیا جائے اور پوری توجہ دورہ حدیث شریف کے اس باق پر دی جائے یوں دورہ حدیث شریف کے اس باق بہت اہتمام سے پڑھے، بخاری شریف والد محترم سے پڑھی، صحیح مسلم شریف مولانا عبدالرحمن اشرفی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، سشن ابی داؤد مولانا صوفی محمد سرور رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، جامع ترمذی مولانا موسی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، نسائی اور ابن ماجہ کے باقاعدہ اس باق نہیں ہوتے تھے اس وقت بس بطور برکت کے پڑھائے جاتے ہو مولانا محمود اشرف عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی میرے اساتذہ میں سے ہیں ان سے مختصر المعانی پڑھی، مولانا کیل احمد شیر وانی، مولانا نور محمود، مہتمم جامعہ اشرفی مولانا عبد اللہ اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں جلا لین پڑھائی۔

والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کا سبق دوڑھائی گھنٹے کا ہوتا تھا اور وہ اس روائی اور زبردست طریقے سے پڑھاتے تھے کہ وقت کا پتا نہیں چلتا تھا، وہ کوئی نوٹس وغیرہ لکھ کر نہیں لاتے تھے جس کتاب سے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ پڑھایا کرتے تھے میں اسی نسخہ سے جامعہ دارالతقوی لاہور میں پڑھا رہا ہوں، والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کو چار جلدیوں میں مجلد کروا یا ہوتا تھا، والد محترم رحمۃ اللہ علیہ پہلے دن کتاب لیکر جاتے اور فرماتے کہ کون طالب علم ہے جو باقاعدگی سے آئے گا اور جھٹی نہیں کرے گا تو جو طالب علم اپنا نام پیش کرتا تو وہ کتاب اس کو دے دیتے اور فرماتے کہ جب تم صحیح کو اپنی کتاب لیکر آؤ تو ساتھ میری کتاب بھی لے آنا اور مطالعے کا معمول یہ تھا کہ بس رات کو سوتے وقت تھوڑا سا مطالعہ فرماتے اور صحیح پہلا سبق انہی کا ہوتا تھا فجر کے بعد والد محترم رحمۃ اللہ علیہ اشراق تک مسجد میں تشریف فرماتے اور ذکر و تسبیح میں مشغول رہتے اشراق پڑھ کر تھوڑا سا مطالعہ فرماتے اور اس کے بعد ناشتہ کر کے سبق کے لیے آ جاتے تھے پھر دوڑھائی گھنٹے مسلسل روائی کے ساتھ سبق پڑھاتے تھے اور وقت کا پتا ہی نہیں چلتا تھا کہ کیسے گزر گیا، حضرت والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کو ملکہ حاصل تھا کہ جب کسی اختلاف کو

بیان کرتے تو دونوں طرف کا موقف ایسے زبردست اور جامع انداز میں بیان کرتے کہ یوں لگتا جیسے یہی موقف درست ہے، والد محترم رحیمیہ کا سبق لکھنا بہت مشکل تھا اور قلم ان کی روانی کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا پھر بھی چند ایک شاگردوں نے بخاری شریف کے اس باقی لکھے ہیں جن میں میں بھی شامل ہوں اور وہ کاپی ابھی تک میرے پاس محفوظ ہے الحمد للہ۔ میں اسی کی مدد سے بخاری شریف پڑھاتا ہوں، اگر وہ کاپی میرے پاس نہ ہوتی تو کیا پتا میں بخاری پڑھا بھی سکتا یا نہیں۔

میری فراغت پر والد محترم رحیمیہ نے ایک بڑی دعوت کی جس میں مہتمم دار العلوم دیوبندی قاری محمد طیب صاحب رحیمیہ بھی تشریف لائے ان سے بھی ہمیں حدیث کی اجازت حاصل ہے مسلسلات میں بھی مسلسل بالتمر، مسلسل بالشرب، مسلسل بالتبسم یہ سارے مسلسلات قاری محمد طیب صاحب رحیمیہ سے حاصل ہوئے اور غالباً ایک کتاب کا پہلا سبق بھی انہوں نے پڑھایا تھا۔

والد محترم رحیمیہ نے جو اسناد ہمیں عطا فرمائیں ان میں ایک بڑی سند ہے جس میں وسائل بہت کم ہیں اور وہ سند یوں ہے کہ اگر وہ سند میں بیان کروں تو میں نے (ڈاکٹر محمد سعد صدقی نے) اپنے والد (مولانا محمد مالک کاندھلوی رحیمیہ) سے انہوں نے اپنے والد (مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحیمیہ) سے انہوں نے اپنے والد (مولانا محمد اسماعیل رحیمیہ) سے پڑھا اور میں نے جب ”جامعہ دارالతقوی“ لاہور میں اس باقی شروع کیے تو طلباء کو اسی سند سے اجازت دی تھی اور کہا تھا کہ باقی اسناد سے سبق ختم ہونے کے بعد اجازت دونگا، وہ سند الحمد للہ زیر طبع سے آراستہ ہو رہی ہے اور عام طور پر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحیمیہ اس سند سے اجازت نہیں دیتے تھے۔

دورہ حدیث سے فراغت کے بعد پھر بی اے میں داخلہ لیا اور 1981 یا 1982 میں مکمل ہوا اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے، اس کے بعد ایم اے 1984 میں کیا اور 1985 میں اس کا رزلٹ آیا۔

اس کے بعد میں نیچر آف جاب اور پلیس آف جاب کی پرائیوری بنائیں، پلیس آف جاب میں پہلے نمبر پر لاہور، دوسرے پر اسلام آباد اور آخر میں پورے پاکستان میں کہیں بھی اسی طرح نیچر آف جاب میں پہلے نمبر پر ریسرچ، دوسرے پر ٹیچنگ اور آخر میں اینی نیچر آف جاب تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

ہوا یوں کہ 30 جون 1985 کو میر ارزلٹ تھا اسی دن قائد اعظم لاہوری میں ریسرچ آفیسر کی پوسٹ کی آخری تاریخ تھی میں نے تنگ و دوکر کے اسی دن اپلیکیشن جمع کروادی اور 24 جولائی کو میر انٹرویو ہوا اور 29 جولائی سے جوائن کر لیا اس طرح پلیس آف جاب اور نیچر آف جاب میں جو پہلے نمبر پر تھے وہ ہی پورے ہو گئے پھر اسی دوران ہی پی ایچ ڈی بھی شروع کر دی اور قائد اعظم لاہوری ہی میں کئی آرٹیکل لکھے ایک کتاب بعنوان ”علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمات“ کے نام سے لکھی جس میں 400 سے زائد محدثین کا ذکر کیا اب اس پر مزید کام کر رہا ہوں پہلے 1988 تک کے محدثین کا ذکر تھا اب اس کے بعد کے محدثین پر کام ہو رہا ہے، اس کتاب کے سلسلہ میں اسفار بھی کئی یونیورسٹیز میں اس موضوع پر ہونے والا کام بھی دیکھا جیسے سندھ یونیورسٹی جامشورو، پنجاب کے کتب خانے دیکھے، کراچی میں پیر آف جھنڈا شریف کتب خانے کا کچھ حصہ کراچی میوزیم میں رکھا گیا ہے اسے بھی دیکھا گیا۔ ایک کتاب تحریر کی جس کا عنوان تھا ”مسلمان مورثین کا اسلوب تحقیق“، جس میں اکابر مورثین یعنی ابن سعد، ابن کثیر، ابن اثیر، طبری وغیرہ کا جو اسلوب تحقیق تھا اس کو ذکر کیا گیا، پھر ایک کتاب دکتور محمود طحان رحمۃ اللہ علیہ کی تیسیر مصطلح الحدیث کا رد و ترجیح کیا ”اصطلاحات حدیث“ کے نام سے اسے قائد اعظم لاہوری نے چھاپا اور بعد میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے اسے اپنے نصاب میں شامل کیا۔
ادارہ:- پی ایچ ڈی کب مکمل ہوئی اور تھیسیس کا موضوع کیا تھا؟-

حضرت ڈاکٹر صاحب:- پی ایچ ڈی میں تھیسیس کا موضوع تھا ”مولانا محمد ادریس کاندھلوی“ کی تفسیری خدمات، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تو حاشیہ ہے بیضاوی پر ”فتح السماوی“ بتوضیح تفسیر البیضاوی، اور اصول التفسیر پر مخطوطہ ہے ”مقدمة التفسیر“ دونوں ابھی شائع نہیں ہوئے، اس کے علاوہ معارف القرآن یہ ان کا بہت بڑا کام ہے یوں سمجھتے کہ ان کی زندگی کے مطالعے کا خلاصہ ہے کیونکہ یہ ترجمہ زندگی کے آخری دونوں تک چلتا رہا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ سورۃ صافات کی آخری آیات کا خلاصہ سبحان ربک رب العزة عما يصفون، وسلم على المرسلين، والحمد لله رب العالمین۔ ان آیات کی تفسیر لکھی اس کے بعد بیماری کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اسی بیماری میں ان کی وفات ہوئی، پھر سورۃ ص سے ختم قرآن تک والد مختار رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل فرمایا۔ واقعہ یوں ہوا کہ مولانا محمد ادریس



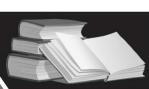
کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گھر لا ہو تشریف لائے تعریت کے لیے اور والد محترم سے پوچھا کہ تفسیر کہاں تک پہنچی والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ سورۃ صافات کی آخری آیات تک تو فرمانے لگے کہ ”اس تفسیر کو مکمل کرو“ والد محترم نے عرض کیا کہ میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ اس تفسیر کو مکمل کر پاؤں تو مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

”یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام نہیں ہے کہ تم اس درجے کے ہو یا نہیں،“

تو پھر والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے کاغذ حضرت کے آگے کر دیا کہ بسم اللہ الکھد دیں تو پھر میں لکھ سکوں گا تو مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دیا پھر سورۃ ص م سے جو حصہ چھپتا ہے اس میں وہ بسم اللہ کا عکس و لیسے ہی مولانا زکریا صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا چھپتا ہے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تفسیر مکمل کی اس کے علاوہ ”منازل العرفان فی علوم القرآن“، ”سراج الحدایہ“ وغیرہ بھی ان کی تصانیف ہیں۔

شیخنوپورہ میں والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد نے جلسے میں میرا تعارف کروا یا تو بتایا کہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کی تفسیر مکمل کی اور مجھ سے سوال پوچھا کہ اگر یہ تفسیر آپ کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ چھوڑ جاتے اور آپ کو مکمل کرنا پڑتی تو کیا آپ کرتے؟ اس کے جواب میں میں نے عرض کیا کہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ وفات تک سمن آباد کی جامع مسجد عکس جمیل میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے اور تین دن التوار، پیر، منگل کو عشاء کے بعد درسِ قرآن دیا کرتے تھے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے تین چار دن بعد مسجد والے آئے اور انہوں نے کہا کہ کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ اب آپ اپنے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ جمعہ پڑھایا کریں گے اور درسِ قرآن دیا کریں گے یوں 1988 سے اب تک وہاں جمعہ پڑھانے کا سلسلہ جاری ہے الحمد للہ۔

والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے کچھ دن بعد ہی مسجد عکس جمیل والوں نے مجھے جمعہ اور درسِ قرآن طے کیا تو میں نے ان کو کہا کہ جمعہ تو شروع کر دیتے ہیں البتہ درسِ قرآن ذراٹھبہر کر شروع کریں گے اور میں پہلے والدہ محترمہ سے مشورہ کروں گا پھر اس کے بعد بتاؤں گا اسی دن رات کو جب میں سویا تو خواب میں والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ جامعہ اشرفیہ کی مسجد ہے اور میں نے وہاں جمعہ پڑھایا ہے اور جمعہ پڑھا کرو اپس جا رہا ہوں کہ پہلی صفحہ میں جہاں عمومی طور پر والد محترم رحمۃ اللہ علیہ بیٹھا کرتے تھے وہیں تشریف فرمائیں میں



جا کر ان سے ملاؤ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ بہت اچھا جمعہ پڑھایا ہے اور وہ درس قرآن کا بھی اعلان کر دیتے، میں نے عرض کیا کہ وہ ابھی شروع نہیں کرنا ذرا ٹھہر کر شروع کرنا ہے فرمانے لگے شروع جب جی چاہے کر لیتے اعلان تو آج کر دیتے، صحیح جب میری آنکھ کھلی تو ڈاکٹر میر الحق جو صدر تھے عکس جمیل مسجد کے اور ہم زاف ہیں مولانا اویس احمد صاحب مہتمم جامعہ دارالتحقیقی لاہور کے انہیں فون کیا کہ اوپر سے آڑ رآ گیا ہے اور پھر جمعہ اور درس قرآن کا سلسلہ شروع ہوا، والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے آخری درس دیا تھا منگل کو اتنی امر اللہ فلا تستعجلو ۸۔ بدھ اور جمعرات کا وفقہ تھا جمعرات کی درمیانی شب کو والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اگلے درس سے میں نے شروع کیا اور الحمد للہ قرآن پاک مکمل ہوا یہ واقعہ پھر شیخوپورہ جلسہ میں سنا یا کہ یہ ہے آپ کے سوال کا جواب۔

اس ٹھمن میں ایک اور واقعہ سنا تا چلوں کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 12 اکتوبر 1988 کو جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں ہوئی یہ وہ دور تھا کہ جزیل ضیا الحق کا حادثہ تازہ تازہ ہوا تھا اور ایکشن ہونے والے تھے اس میں عمومی فضایا پیش گوئی کی جا رہی تھی کہ بینظیر اقتدار میں آجائے گی تو یہ جملہ کئی مرتبہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا کہ ”پھر تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پہلے ہی اٹھائے“، اور پھر وہ ہی ہوا کہ نومبر میں ایکشن تھا اور اکتوبر میں والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔

والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت میری پی ایچ ڈی ابھی شروع ہی ہوئی تھی، میں نے پی ایچ ڈی کا ایک مکمل خاکہ والد محترم کے سامنے رکھا تھا اور تفصیلی ڈسکس بھی کیا تھا بلکہ مولانا محمد ادريس کا ندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ تدریس کے حوالے سے کچھ انٹرو یو بھی کیا تھا والد محترم گا، مجھے بہت شوق تھا کہ والد محترم سے وقتاً فوقاً اس طرح کی رہنمائی لیتا رہوں گا لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

1994 میں میراپی ایچ ڈی کا تھیسیس مکمل ہوا، اور 1995 میں پی ایچ ڈی کا نوٹیفیکیشن ہوا۔

ادارہ:- آپ کی شادی کب اور کہاں ہوئی؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- میری شادی والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے 3 نومبر 1988 کو طے کی تھی اور میری نسبت میری پھوپھی کی طرف طے تھی مولانا مشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی سے اور والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کو میری شادی کا بہت شوق تھا لانکہ انہیں گھر کے کاموں کے لیے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی تھی وفات سے ایک

دن پہلے یعنی جمرات کو والد محترم رحیمیہ نے اس باق پڑھائے، جب میں قائد اعظم لاسبریری سے واپس آیا تو فرمانے لگے کہ رشید صاحب (والد محترم رحیمیہ کے دوست جن کے ہاں عام طور پر ہماری کتابیں چھپتی تھیں) کے ہاں سے کارڈ لے آنا چھپ گئے ہوئے، والد محترم کا معمول تھا ظہر کے بعد آرام فرمانے کا وہ آرام کی غرض سے لیٹ گئے میں نے رشید صاحب کو فون کیا تو انہوں نے کہا کہ چھپ تو گئے ہیں لیکن ابھی آپ کو دیے نہیں جاسکتے آرت پیپر پر چھپے ہیں سیاہی خشک ہونے میں وقت لگے گا، صح جمع ہے حضرت کے اس باق نہیں ہیں صح میں خود لیکر حاضر ہو جاؤں گا، والد محترم رحیمیہ نے عصر کے بعد مجھ سے پوچھا تو میں نے ہونے والی گفتگو کا ذکر کیا تو انہوں نے بہت ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمانے لگے ”عجیب آدمی ہے، لے آتے تم جا کے لے آتے بس صح آئیں گے، صح کیوں آئیں گے“ اور وہی ہوا کہ صح ہونے سے پہلے پہلے والد محترم رحیمیہ کا انتقال ہو گیا۔ رشید صاحب صح جب آئے تو زار و قادر روئے جا رہے تھے کہ مجھے کیا پتا تھا یہ حادثہ ہو جائے گا میں کارڈ رات کو ہی لے آتا۔

میری شادی اپنے مقررہ وقت پر ہوئی جو والد محترم رحیمیہ نے طفر مادی تھی یعنی والد محترم رحیمیہ کی وفات کے ٹھیک پندرہ دن بعد۔

والد محترم رحیمیہ کی وفات کے بعد ہمارے خاندان کے سارے بڑے بزرگ بیٹھے ہمارے والد محترم کے چچا تھے مولانا محمد ایوب صدیقی رحیمیہ بنڈ والہ یار میں رہتے تھے وہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے وہ ہمارے خاندان کے اس وقت سب سے بڑے بزرگ تھے تو انہوں نے سب کو جمع کیا ہماری دوسری دادی حیات تھیں انہیں بھی بلا یا اور کہا کہ جو مولانا مالک رحیمیہ نے تاریخ طے کر دی تھی اس کی شادی اسی تاریخ پر ہو گی اور فرمایا کہ یہ تو ہونہیں سکتا کہ سال دو سال بعد وہ آجائیں یا ان کا غم کم ہو جائے گا، نا تو ان کا غم کم ہو گا اور ناہی وہ آئیں گے، ان کی معین کی ہوئی تاریخ ہے اس میں برکت ہے اس کو اسی طرح رہنے دو پھر ویسے ہی ہوا 3 نومبر کو میری شادی تھی 4 نومبر کو ویسے والے دن میری چھوٹی بہن کی شادی تھی وہ بھی والد محترم نے ہی طے کی تھی، میں وہ منظر میں نہیں بھول سکتا کہ دارالعلوم اسلامیہ کامران بلاک میں نکاح ہوا، مولانا نجم الحسن تھانوی رحیمیہ نے نکاح پڑھایا مسجد پوری بھری ہوئی تھی اور اس نکاح کے بعد سب رور ہے

تھے اور آواز کسی کی نہیں نکل رہی تھی۔ میں اس زمانے میں قائدِ عظم لابیریری میں تھا اور ہماری ایک کولیگ تھیں مسز زیدی ان کے شوہر زیدی صاحب سیکرٹری ایری گیشن تھے وہ بھی نکاح میں شریک تھے بعد میں میری چھٹیاں ختم ہوئیں اور دفتر گیا تو کہنے لگیں زیدی صاحب کہہ رہے تھے میں نے اپنی زندگی میں کبھی مردوں کو ایسے روتے ہوئے نہیں دیکھا شاید ہی کوئی تنفس ہو جو نہیں رورہا ہو۔

حضرت مولانا موتی خان صاحب حَلِيلُ اللّٰهِ عَلِيٰ میرے ساتھ کھڑے تھے وہ بار بار مجھے تسلی دے رہے تھے، والد محترم حَلِيلُ اللّٰهِ عَلِيٰ کے گھر کے ساتھ تھی ان کا گھر تھا والد محترم کی وفات کے بعد جس محبت اور شفقت کا مظاہرہ انہوں نے کیا وہ بیان سے باہر ہے اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

شادی کو لیکر ایک بڑا بزرگ دست لطیفہ بھی ہوا کہ چڑیا گھر لا ہو میں جب مسجد بن تو والد محترم حَلِيلُ اللّٰهِ عَلِيٰ اس کے سر پرست تھے اس کی مجلسِ منظمه کی میٹنگ ہوئی اس میں کسی نے کہا کہ ہمیں جمعہ کے لیے کوئی عالم چاہئے آپ اپنے کسی شاگرد کی ڈیوٹی لگادیں اسی دوران کسی اور صاحب نے کہا کہ شاگرد کی نہیں بلکہ مولانا سے کہیں کہ اپنے بیٹے سے خطابت شروع کرو ایں ہم انہیں یہاں گھر بھی دیں گے اور ان کا دفتر بھی یہاں سے قریب ہے قائدِ عظم لابیریری وہ یہاں سے واک کرتے ہوئے چلے جائیں گے۔

میری ملازمت کے دوران والد محترم حَلِيلُ اللّٰهِ عَلِيٰ سے ملاقاتِ عموماً ناشتے میں ہوتی تھی چنانچہ اگلے دن ناشتے پر ہم بیٹھے ہوئے تھے اور والد صاحب نہیں ہوئے فرمانے لگے ”تیرا انتظام کر دیا ہے۔“
میں نے عرض کیا کہ کیا انتظام کر دیا ہے۔

فرمانے لگے ”چڑیا گھر میں تیرا انتظام کر دیا ہے۔“
میں نے عرض کیا: چڑیا گھر میں؟ کیا مطلب۔

فرمانے لگے ”چڑیا گھر میں تیری رہائش کا بندوبست کر دیا ہے۔“
پھر ہنس کر ساری تفصیل بتائی اور والدہ محترمہ حَلِيلُ اللّٰهِ عَلِيٰ سے فرمانے لگے کہ شام کو مولوی مشرف کے پاس چلو اور اس سے کہو کہ سعد کو گھر مل رہا ہے اب فوراً شادی کر دو یہ گھر میں اکیلا کیسے رہے گا۔
(بہر حال بوجوہ وہاں جمعہ کا سلسلہ نہیں چل سکا یہ واقعہ غالباً 1986 کا ہے)

ادارہ:- آپ کتنے بہن بھائی ہیں؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- ہم دو بھائی ہیں ایک مجھ سے چھوٹا ہے محمد سعید صدیقی اور ماشاء اللہ پانچ بھائیں ہیں دو مجھ سے بڑی اور تین چھوٹی ہیں، دو بڑی بہنوں میں سے ایک لاہور ہیں اور ایک پنڈی میں ان کی شادی مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے سے ہوئی ہے، تین چھوٹی بہنوں میں سے دو لاہور ہیں اور ایک کراچی میں اور الحمد للہ سب حیات ہیں۔ چھوٹا بھائی والد محترمؐ کی وفات کے بعد ہنسی طور پر بہت ڈسٹرپ ہوا اور درس نظامی کا سلسہ لکھ رک گیا بعد میں اس نے بی کام اور بھی اے کیا اور آج کل راوی پنڈی میں ایک اچھی پوسٹ پر جاب کر رہا ہے۔

ادارہ:- آپ کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ اور دادا جان رحمۃ اللہ علیہ اپنے نام کے ساتھ کا نسلوی لکھواتے تھے اور آپ اپنے نام کے ساتھ صدیقی لکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- کا نسلہ چونکہ ایک جگہ کا نام ہے اور والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کا نسلہ میں ہوئی، ہمارے دادا کا آبائی دلن کا نسلہ تھا اس لیے دونوں حضرات اپنے نام کے ساتھ کا نسلہ لکھتے تھے میں نے زندگی میں کبھی کا نسلہ دیکھا ہی نہیں اور کبھی ہندوستان جائی نہیں سکا حالانکہ دوران طالب علمی بڑی خواہش رہی اور تعلیم کامل ہوتے ہی سرکاری ملازمت شروع ہوئی اس دوران بھی کوشش کی لیکن سرکاری ملازمتیں کے لیے ہندوستان کے لیے اپلائی کرنے میں بہت مسائل ہوتے ہیں این اوسی نہیں ملتا چونکہ میں جانہیں سکا اس لیے اپنے نام کے ساتھ کا نسلوی نہیں لکھتا اور صدیقی اس لیے لکھتا ہوں کہ ہمارا نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے وہ نسب نامہ بھی الحمد للہ محفوظ ہے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کچھ اولاد افغانستان آئی اور پھر ان کی کچھ اولاد ہندوستان آئی وہ سلسلہ آگے چلا اور ہمارے آبا اجداد الحمد للہ اس کا حصہ ہیں، سیالکوٹ کے مولانا محمد علی صدیقی ہمارے عزیز ہیں ان کے پاس وہ شجرہ نسب محفوظ تھا اب ان کے غالباً بھتیجے ہیں عمران صدیقی صاحب سندھ میں کہیں رہتے ہیں وہ شجرہ اب ان کے پاس محفوظ ہے بلکہ انہوں نے اب اسے کتابی شکل میں شائع بھی کیا ہے۔

ادارہ:- آپ کی کتنی اولاد ہے؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- میرے دو بیٹے ہیں اور تین بیٹیاں ہیں۔

بڑے بیٹے کا نام ابراہیم ہے وہ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں لیکچر ار자 بھی ہے اور وہیں پی ایچ ڈی

بھی کر رہا ہے، دوسرا بیٹا محمد عمر ہے کراچی میں کار و بار کر رہا ہے دونوں کی الحمد للہ شادیاں ہو چکی ہیں اور عمر کے ہاں ایک بیٹا بھی ہے اس نسبت سے میں دادا بھی بن گیا ہوں اور میری بڑی بیٹی کی بھی شادی ہو گئی ہے۔ محمد ابراہیم اور بڑی بیٹی کی شادی ایک ہی گھر میں ہوئی ہے مولانا مشرف علی تھانویؒ کے نواسے اور نواسی سے اور یہ نسبت بھی مولانا مشرف علی تھانویؒ نے ہی طفرماً تھی۔

یہ بھی عجیب واقعہ ہے کہ اشرف جو میرے برادر نسبتی اور مولانا مشرف علی ھٹا نویؒ کے بیٹے ہیں وہ میشیا سے پی ایچ ڈی کر کے آئے ہیں وہ جب واپس آئے تو میں نے ایک دن الہیہ سے کہا کہ چلو اثرف سے ملنے چلتے ہیں جب ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے تو پھوپھی نے کہا کہ تمہارے پھوپھا جان (مولانا مشرف علی تھانویؒ) بلا رہے ہیں، ہم جب ان کے گھر پہنچ تھے تو اس وقت مولانا ڈرائیور میں کچھ مہمانوں کے ساتھ بیٹھے تھے میں سمجھا کہ مجھے مہمانوں سے ملوانا ہے جب میں جانے لگا تو پھوپھی جان میری الہیہ سے کہنے لگیں تم بھی جاؤ دونوں کو بلا یا ہے۔

اس وقت مولانا مشرف علی تھانویؒ اپنے کمرے میں تشریف فرماتھے ہم اب سوق رہے تھے کہ پتا نہیں کیا بات ہے؟ فرمانے لگے کہ میری آرزو اور تمنا یہ ہے کہ یہ رشتہ اس طرح سے ہو جائیں آصف کے ہاں جو کہ میری بڑی پھوپھی کے بیٹے ہیں فرمانے لگے دیکھ لو، سوچ لو، استخارہ کرلو، مشورہ کرلو۔ میں نے عرض کیا: آپ کا حکم ہمارے لیے سب کچھ ہے یہی استخارہ ہے، یہی مشورہ ہے بس زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ میری جو بڑی بہن ہیں (جنہیں میں کہتا ہوں کہ اب ناوالد ہیں نہ والدہ ہیں تمہی میرے ابا بھی ہو تمہیں میری والدہ بھی ہو) ان سے بس مشورہ کرلوں، اجازت لے لوں۔

فرمانے لگے میری بات کرواو۔

اتفاق سے وہ میرے بھانجے طلحہ کے پاس گوجرانوالہ آئی ہوئی تھیں میں نے طلحہ کوفون کیا تو کہنے لگا کہ امی کے دانت میں شدید درد تھا اُکٹر کے ہاں سے واپس آئی ہیں دوا کھا کر سوئی ہیں، میں نے کہا کہ پھوپھا جان بات کریں گے ان کو اٹھا دو، بہر حال پھوپھا جان نے ان سے بات کی ادھر سے انہوں نے رونا شروع کر دیا ادھر سے پھوپھا جان نے رونا شروع کر دیا بڑی بہن نے کہا کہ اب اب نہیں رہے آپ نہیں ہیں (ہم اپنی والدہ کو آپ کہتے تھے) اب آپ ہی ہیں ٹھیک ہے جو آپ نے طفر مادیا ہمیں منظور ہے۔

ہم اسی وقت آصف کے ہاں چلے گئے میک اور ابراہیم گھر تھا اسے کچھ پتا نہیں کہ کیا ہو رہا ہے
میں نے چھوٹے بھائی سعید کو پنڈی فون کر کے اطلاع دی وہ بہت خوش ہوا اور اس نے ابراہیم کو کال کی اور کہا کہ:
مبارک ہو بھی مبارک ہواں نے آگے سے کہا کا ہے کی مبارک۔
چھوٹے بھائی نے کہا تمہارا شستہ ہو گیا ہے۔
ابراہیم نے کہا ہیں کہاں ہو گیا رشتہ۔

ابو امی تو ماموں سے لئے گئے تھے۔ یوں الحمد للہ یہ رشتے طے ہوئے مولانا مشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی
وفات کے بعد یہ شادیاں ہوئیں اور عمر کی شادی ایک ڈیڑھ سال بعد ہوئی۔
ادارہ:- تدریسی سفر کا آغاز کب کیا؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- میں نے جب بی اے کیا تو اس کے بعد جامعہ اشرفیہ میں دو تین سال تک پڑھایا، فلپائن سے کچھ طلباء آئے تھے ان کا ہم نے مختصر نصاب بنایا تھا اس میں حدیث، تفسیر، فقہ اور عربی زبان و ادب شامل تھا یہ چار مضمایں انہیں پڑھائے جا رہے تھے، عربی زبان انہیں ہمارے مصری استاذ شیخ محمود محمد عبداللہ صاحب پڑھاتے تھے اور حدیث، تفسیر اور فقہ میں پڑھاتا تھا انگریزی زبان میں اور روزانہ تین گھنٹے کی روزانہ کلاس ہوتی تھی۔

یونیورسٹی سطح کی تدریس کا سلسلہ یوں شروع ہوا کہ 1996 میں پنجاب یونیورسٹی میں اسٹینٹ پروفیسر کی اسمیاں مشترہ ہوئیں اسلامک سٹڈیز میں، میں نے مشورہ کیا ڈاکٹر جمیلہ شوکت جو اس وقت چیئر پرسن تھی اور ڈاکٹر خالد علوی صاحب سے وہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے، بہت اچھے دوستوں میں سے تھے تو ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے جب آپ نے پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا تو اس وقت آپ کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ یہ پی ایچ ڈی کر لے پھر اس کو آپ کو دیوں گا، اب آپ کی پی ایچ ڈی مکمل ہو گئی ہے لہذا اب آپ اپلاٹی کر دیں، میں نے اپلاٹی کر دیا اور دسمبر 1995 میں سلکیشن ہو رہا اور 1996 میں پنجاب یونیورسٹی سے تدریس کا آغاز کیا اسٹینٹ پروفیسر کی صورت میں پھر 2010 یا 2011 میں ایسوی ایٹ پروفیسر ہوا پھر چند مہینوں بعد ہی پروفیسر ہو گیا اور اس کے بعد 2013 میں غالباً حافظ محمود اختر صاحب ریٹائر

ہوئے تو صدر شعبہ یعنی ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ ہو گیا پھر ہم نے اس ڈپارٹمنٹ کو ادارہ بنایا پھر تین سال میں اس کا چیئر مین رہا پھر تین سال ڈائریکٹر انسٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیزیز رہا جب تین سال پورے ہوئے تو میری ریٹائرمنٹ میں پونے تین سال باقی تھے وائس چانسلر نے مجھے بلا یا کہ ہم آپ کی جگہ کسی اور کو ڈائریکٹر لگانا چاہتے ہیں ہمارے ایک کولیگ تھے ڈاکٹر غلام علی خان انہیں۔ جب یہ مسئلہ انہوں نے سنڈیکٹ میں رکھا تو وہاں شدید خلافت کا سامنا کرنا پڑا سب نے کہا کہ آپ انہیں کیوں ہٹانا چاہتے ہیں وجہ بتائیں۔

جب میں ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ بناتوں وقت وہاں تین پروگرام ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی چل رہے تھے اور 2021 میں جب میری ریٹائرمنٹ ہوئی 8 پروگرام چل رہے تھے 4 یا 5 ہم بورڈ سے منظور کروا چکے تھے اور ان میں سے بھی 2 یا 3 چلنے شروع ہو گئے تھے۔ الحمد للہ 30 سے 35 پی ایچ ڈیزیز میرے ساتھ ہوئیں اور تقریباً 40 سے 45 مقالات پورے ہوئے۔

19 اگست 2021 کو میری ریٹائرمنٹ ہوئی کچھ دن فارغ رہا اس کے بعد مارچ 2022 کو الحمد للہ یہاں سپریئر یونیورسٹی لاہور میں سینٹر آف اسلامک اکاؤنٹس اینڈ فائننس کے وائس چیئر مین اور ڈپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز کے چیئر مین کی حیثیت سے جوائز کیا۔

ادارہ:- اس کے علاوہ آپ کہاں تدریس فرماتے ہیں؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- ایک توجامعہ دار التقوی لاہور میں دو سابق میرے ذمہ ہیں بحث اری شریف جلد اول اور مشکوٰۃ شریف جلد ثانی اس کے علاوہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں ایک دن سنن ابن ماحب کا آخری حصہ میرے ذمہ ہے۔

ادارہ:- علمی اسفار اور بیرون ملک اسفار۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- 2008 اور 2009 میں یونیورسٹی آف سائنس ملیشیاء سے پوسٹ ڈاک کیا اس میں پروجیکٹ تھا ”ریسرچ آف میقہا ڈالو جی ان علم حدیث“، اس میں جرح و تعديل کی پوری تاریخ اور ارتقاء وغیرہ میں بحث کی گئی اور یہ ہمارے ادارہ علوم اسلامیہ کے رسالے ”اقلم“ میں دو قسطوں میں شائع بھی ہوا، اس ریسرچ کے کنکلوین میں، میں نے ایک جملہ لکھا ہے کہ:

”کوئی بھی حدیث یارادی جب تک ان معیارات پر پورا نہیں اترتا اس وقت تک وہ قابل قبول نہیں۔ اور اگر ان سارے معیارات پر پورا اترنے کے باوجود اگر

If a hadith is not reliable

Then we have to remove "word reliable" from our dictionaries and literature.

(اگر حدیث معتبر نہیں ہے تو پھر ہمیں اپنی لفاظ اور لٹریچر سے ”لفظ معتبر“ کو بکالنا ہو گا) اس کے علاوہ دو مرتبہ کانفرنس کے لیے ملیشیا جانا ہوا اور سب سے زیادہ یونیورسٹی اسفار حج و عمرہ کے لیے ہوئے۔

ادارہ:- آپ کی غیر مطبوعہ تصانیف؟

حضرت ڈاکٹر صاحب:- دروس قرآن ”خلاصہ مضامین قرآن حکیم“ کے نام سے چھپنے کے مرحل میں ہے۔ ایک اور تصانیف 5 منٹ میں ایک سپارے کے مضامین کا خلاصہ جس کا عنوان ”خوبصورت قرآن یا عطرت آن رکھنے کا ارادہ ہے وہ بھی عنقریب چھپ رہی ہے ان شاء اللہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا کام میرے ذمہ لگادیا ہے کہ مولانا محمد علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ والے وہ معالم القرآن کے نام سے ایک تفسیر لکھ رہے تھے اور 12 پاروں کی تفسیر شائع ہوئی تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا اس کی تیکمیل میرے ذمہ لگی ہے اور اس وقت اس پر کام جاری ہے۔

ادارہ:- یہ جو قرآنی نصاب یونیورسٹیز وغیرہ میں شامل ہوا ہے اس کے حوالے سے کچھ فرمائیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- اس سلسلہ میں ہم کافی حد تک شامل رہے اور تقریباً تمام کمیٹیوں کا حصہ بھی رہے ہیں اور اس کے نصاب کے سارے مراحل یعنی پہلے سمیسٹر میں یہ ہو گا دوسرے میں یہ ہو گا یعنی پورے چار سال میں جو تقسیم کیا وہ ہم نے ہی کیا اور اس میں سب سے زیادہ حصہ میرا ہی رہا ہے۔

ادارہ:- ملاں اور مسٹر کی تقسیم کو آپ کیسے دیکھتے ہیں؟ اور دینی و عصری تعلیم کے متعلق کیا رائے ہے؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- میں اس تقسیم کو اچھا نہیں سمجھتا، ہمارے خاندان میں بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے دونوں تعلیم حاصل کیں جیسے ڈاکٹر محمود غازی رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر محمد غزالی صاحب ہیں، ڈاکٹر یوسف فاروقی

صاحب ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ عصری تعلیم میں اسلامک سٹریز میں انہی لوگوں نے نام پیدا کیا جو پہلے عالم تھے۔
ادارہ:- ایک طالب علم کو کیسا ہونا چاہئے؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- آج جو ایک سب سے اہم چیز مفقود ہے وہ ہے ادب و احترام خاص طور پر
ہمارے یونیورسٹیز کے طالب علموں میں یہ بات مفقود ہے مدارس میں تو انہی ادب و احترام قائم ہے لیکن جو
جدید نظام تعلیم ہے اس میں نہ کلاس کا ادب و احترام ہے نہ کتاب کا، نہ علم کا اور نہ ہی استاد کا ادب و احترام ہے
ادارے کا، کلاس روم کا، کتاب کا، علم کا اور جس سے علم حاصل کر رہے ہیں اس استاد کا ادب و احترام بہت ضروری
ہے اور اسی بے ادبی کی وجہ سے ہم علمی زوال دیکھ رہے ہیں اگر ڈگریاں ہیں مجھی تو اس میں برکت نہیں ہے۔

ادارہ:- ہمارے ہاں عموماً تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ جب کوئی طالب علم تعلیم سے فارغ ہوتا ہے تو کہا
جاتا ہے کہ اب یہ پر کیشکل لائف میں آیا ہے تو کیا طالب علم کی کوئی معاشرتی ذمہ داری نہیں ہوتی؟ اور کیا
اسے معاشرے کی بہتری کے لیے روپ پلے نہیں کرنا چاہئے؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- ہونا چاہیے اور بالکل ہونا چاہئے، ہم نے اپنے خاندان میں دیکھا کہ
بہت سے لوگوں نے درس نظامی کے ساتھ ساتھ حکمت پڑھی اور درس نظامی بعد میں مکمل ہوتا تھا حکمت پہلے
مکمل ہو جاتی تھی اب جو زیادہ روانج ہے وہ ہمیوپیٹھی کا ہے ہمارے ایک دوست ہیں شخو پورہ میں مولانا
علم صاحب کے بیٹے مولانا طاہر عالم صاحب وہ ہمیوپیٹھک ڈاکٹر بھی ہیں اور ایک مدرسہ کے مہتمم بھی ہیں
اس طرح کی معاشرتی سرگرمیوں میں علماء کو مجھی آنا چاہئے اور طلباء کرام کو مجھی آنا چاہئے۔

ادارہ:- ایک دینی ادارے کی کیا ذمہ داریاں ہوتی ہیں معاشرتی بہتری کے لیے ہمارے ہاں
عموماً تاثر پایا جاتا ہے کہ معاشرے کے بچوں کو لیا ان کو حافظ یا عالم بنادیا اور بات ختم۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- دینی ادارے کی سب سے بڑی ذمہ داری روحانی ماحول کو پیدا کرنا ہے
اور مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کی کمی ہے اور وہ روحانیت والا ماحول اب کمزور ہوتا جا رہا ہے
ہمارے دینی مدارس میں اس ماحول کو دوبارہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے مولانا مشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو شش کرتے تھے اور انہوں نے ایک نظام مجھی بنایا تھا

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ کے سلسلے کا اس سے کافی فرق پڑا لیکن مدارس کے اعتبار سے اس روحاںی تربیت کو بہت ایکیو ہونا چاہئے تاکہ جب ایک طالب علم مدرسہ سے فارغ ہو تو وہ صرف عالم نہ ہو بلکہ مکمل تربیت یافتہ ہو جیسے قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے قصہ سنایا کہ میں جب فارغ ہوا تو مجھے والد صاحب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ عالم تو ہو گیا ہے ”تو“ ساتھ لگا دیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے اور فرمایا کہ اچھا چھوڑ جاؤ سے فرمانے لگے والد صاحب مجھے خانقاہ چھوڑ کر دیوبند چلے گئے ہم یہ سمجھے کہ ہم عالم دین بن کے آئے ہیں اتنا پڑھ کر آئے ہیں ہم سے تصنیف کام لیں گے، کوئی تحقیقی کام لیں گے کہیں گے حوالے ڈھونڈو، حدیث ڈھونڈو ہم اس زعم میں تھے حضرت ایک کمرے کے باہر ہمیں لے گئے اور فرمایا یہاں ہر روز عصر کے بعد درس ہوتا ہے لوگ آتے ہیں تم نے یہیں رہنا ہے لوگ آئیں گے یہاں جو تے اتاریں گے تم انہیں سیدھا کر کے رکھنا۔

فرمانے لگے ایک تو صاحبزادے تھے اپر سے عالم دین تھے اور اتنے بڑے مدرسے دارالعلوم دیوبند سے پڑھ کر آئے تھے لیکن چونکہ حضرت کاظم تھا ہم کیا کر سکتے تھے سو ہم نے یہ کیا کہ جو ذرا صاف سترے جو تے ہوتے انہیں سیدھے کر دیتے اور جو میلے ڈالے ہوتے انہیں دیسے ہی چھوڑ دیتے تھا ایک دن مجلس میں بیٹھے بیٹھے حضرت اچانک اٹھ کر آگئے اور دیکھا کہ کچھ جو تے سیدھے رکھے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں ہوئے پھر غور کیا کہ کس طرح کے جو تے سیدھے ہوئے ہیں اور کس طرح کے نہیں پھر ہمیں بڑی ڈانت پڑی پھر قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے ہم ٹھیک ہو گئے۔

خاص طور پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو ہمارے ہاں روانج ہو گیا ہے خواتین کے مدارس کا تو یہ بات خواتین میں بہت زیادہ ہے بڑی معدالت کے ساتھ جو خواتین عالمہ بن جاتی ہیں وہ پھر اپنے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتیں۔

ادارہ:- ایک استاد کو طالب علم کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب:- دیکھیں استاد کے بارے میں میری رائے بہت پنی تی ہے کہ ناتوانی بے تکلف ہو کہ بالکل ایک دوستوں کی طرح ہو جائے اور نہ ہی کوئی اس طرح کا ربودھ اپنے اوپر طاری کرنا چاہئے کہ طالب علم اس سے بات کرتے ہوئے یا استفادہ کرتے ہوئے بھی ڈرے، اگر علم اور تقویٰ کا ربودھ ہو تو پھر کوئی اور مصنوعی ربودھ طاری کرنے کی ضرورت نہیں رہتی یہ علم اور تقویٰ کا ربودھ پیدا کرنے کی استاد کو ضرورت ہے۔

ادارہ:- ایک ادارے کو اس تذہ کرام کے لیے کیسا ماحول فراہم کرنا چاہئے؟۔

حضرت ڈاکٹر صاحب: ادارے میں اساتذہ کی آمد و رفت کا نظم اچھے انداز میں ہوا گر مسکن ہوتا ادارے کی گاڑی فراہم کی جائے اور اگر رہائش ہو تو ذرا اچھی حالت اور اعلیٰ درجے کی ہونی چاہئے اور اس بات کا اہتمام رکھنا چاہئے مہتمم صاحب کو کہ اساتذہ کرام کا لباس اور وضع قطع اچھی ہوایتی غیر مرتب لباس میلی کچلی چپلیں پہن کرنا آئیں بلکہ جیسے پر اپر ڈریسٹگ ہوتی ہے ویسے آنا چاہئے اور یہ ہونا چاہئے کہ انہوں نے اس بات کا اہتمام کیا اور اس چیز کو اہم سمجھا ہے۔

ادارہ: کیا واقعی مدارس اپنے فضلاء کے معاشری مستقبل کے ذمہ دار نہیں؟

حضرت ڈاکٹر صاحب: ہوتے بھی نہیں ہیں اور ہونے بھی نہیں چاہئیں، دینی ادارہ اپنے فضلاء کا دینی ذمہ دار ہوتا ہے، ان کے عقائد و افکار کا ذمہ دار ہوتا ہے، ان کے نظریات کا ذمہ دار ہوتا ہے، ان کی سیرت و کردار کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اس تعلیم کا تعلق معاش سے ہے ہی نہیں۔

ادارہ: جامعہ دارالتفوی کے متعلق کچھ فرمادیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب: جامعہ دارالتفوی ہمارے دوست اور گھری دوست مولانا اویس احمد صاحب کا ادارہ ہے مجھے دارالتفوی سے آج سے نہیں بہت پہلے سے عقیدت ہے اور میں ان کے انداز تدریس سے اور ان کے شعبہ تحقیق سے بہت متاثر ہوں اور اب جب میرا وہاں جانا ہوتا ہے تو طلباء بہت توجہ سے پڑھتے ہیں اور سارے اساتذہ بہت اہتمام سے آتے ہیں بہت توجہ سے پڑھاتے ہیں اور یہ ایک بہت ثابت پہلو ہے کہ اساتذہ بروقت تشریف لاتے ہیں۔

ادارہ: ماہنامہ دارالتفوی کو کیسا پایا؟

حضرت ڈاکٹر صاحب: اس کا معیار الحمد للہ بہت اچھا ہے، مضامین بہت عمده ہوتے ہیں، میرے پاس باقاعدہ ہر ماہ آتا ہے اکثر اس کو دیکھنا ہوتا ہے اور اس میں معیاری مضامین شامل ہوتے ہیں۔ آخر میں ایم ڈی سپریئر یونیورسٹی ڈاکٹر چودھری عبدالخالق صاحب کا ضرور شکریہ ادا کروں گا کہ ان سے جب میں نے ذکر کیا کہ مجھے ہفتہ میں دو دن جامعہ دارالتفوی میں حدیث کے اس باق کے لیے جانا ہوتا ہے اور دو دن میں اپنے مقررہ وقت سے لیٹ ہو جایا کروں گا تو انہوں نے بخوبی اس کو قبول کیا۔

معاشرے میں عدم برداشت اور بے راہ روئی کا بڑھتا ہوا رجحان!

خالد بیگ

ایک عجیب سی افراتفری ہے جو شہروں میں ہر طرف دیکھنے کو ملتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے ہر شخص جلدی میں ہو، جلدی کیوں اور کس بات کی ہے کسی کو خبر نہیں، پیدل ہو یا کسی سواری پر راہ میں کوئی حائل ہو جائے تو گھور کر دیکھنے سے لے کر بات ہاتھا پائی تک پہنچ جاتی ہے۔ اچھے بھلے دوست بحث میں الجھ کر گام گلوچ پر اتر آتے ہیں، پرانی دوستی اختلاف رائے کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے، کوئی بھی درگزر کرنے کو تیار نہیں اپنے نقطہ نظر کو دوسروں پر مسلط کرنا معمول بن چکا ہے۔

معاشرے میں بڑھتے ہوئے اس عدم برداشت کی بابت ایک ماہر فسیات سے پوچھا تو اس کا کہنا تھا کہ معاشرے میں باہمی رابطہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ رشتہ کمرور پڑ رہے ہیں جس میں ہمارے ملک کے نجی ٹیلی ویژن چینیوں کا عمل خل بہت زیادہ ہے۔ یہی وی چینیں دو طرح کے ہیں۔ کچھ خبروں و حالات حاضرہ کیلئے تو کچھ تفریق اور ڈراموں کیلئے مخصوص ہیں۔ خبروں کی حد تک تو ٹھیک ہے کہ رونما ہونے والے واقعات، حادثات اور سیاست کو من و عن عوام تک پہنچایا جاتا ہے لیکن حالات حاضرہ یا ”ٹاک شوز“ کے حوالے سے دکھائے جانے والے پروگراموں میں سیاستدانوں کے باہمی اختلافات کو جس انداز سے بحث و مباحثے کے طور پر ناظرین کے سامنے لا جایا جاتا ہے۔ وہ عوام تک صحت مند تفریق یا قابل قبول اختلاف کے انداز میں نہیں بلکہ ذاتی دشمنی کے طور پر پہنچتا ہے، کوئی ایک بھی سیاستدان ایسا نہیں جس نے اپنی یا اپنی سیاسی جماعت کی کوتاہیوں کو سلیم اور اپنی غلطیوں کو قبول کرنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ سب خود کو قوم کا حقیقی نجات دہنده

مہندرا لائقی

جادی الاول 1444ھ

دسمبر 2022ء

ثابت کرنے کی کوشش میں بھول جاتے ہیں کہ ان کے دور حکومت میں بھی دولت منداشت افیہ نہیں صرف عوام ہی مہنگائی کی چکیوں میں پس رہے تھے۔ انہیں اپنے جائز کام کیلئے رشوت دینی پڑتی تھی۔ تھانے انہیں تحفظ کا احساس دینے کی بجائے ان کیلئے خوف کی علامت تھے۔ کچھریوں، عدالتوں میں عدل ان کیلئے شہرمنوعہ تھا۔ بچوں کو تعلیم دلانے کیلئے انہیں اپنا پیٹ کاٹنا اور علاج کیلئے دعاؤں پر بھروسہ کرنا پڑتا۔

اگر آج بھی حالات جوں کے توں ہیں تو پھر بحث کس بات کی؟ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ قوم کے نمائندے ان حقوق کو تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں کہ ان کے ٹیکلی ویژن ٹاک شوز میں باہمی اختلافات قوم کو تقسیم در تقسیم کرنے کا سبب بن رہے ہیں دولت مند خواص اور عوام میں خلیج بڑھتی چلی جبار ہی ہے ہر کوئی دولت کے پیچھے بھاگ رہا ہے کیونکہ عزت و احترام جو ہر پاکستانی کا حق ہے اسے دولت سے مشرط کر دیا گیا ہے۔ ہمارے ادیب و دانشور جو کبھی ٹیکلی ویژن چینلوں کے روح روایا تھے۔ جن کی ٹی وی پر بحث و گفتگو عوام کو درپیش مسائل کے گرد گھومتی اور ناظرین کی تربیت کیلئے درسگاہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کی جگہ اب ٹی وی ایسکروں نے لے لی ہے جو عوامی مسائل، عوام کو درپیش مشکلات سے زیادہ اپنے ٹی وی چینل کی "رینگ" کی پیش نظر مہمان سیاستدانوں کے مابین اختلافات کو بڑھاوان دینے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ جب سے نجی ٹیکلی ویژن چینلوں کا آغاز ہوا ہے اسی طرح جاری ہے، یوں لگتا ہے کہ جیسے پاکستان کی آبادی کا مسئلہ صرف داخلی سیاست اور سیاسی جماعتوں کے درمیان اقتدار کی ختم نہ ہونے والی رسکشی ہے۔

اب آئیے ٹیکلی ویژن چینلوں کے ڈراموں اور تفریجی پروگراموں کی طرف جن میں نے کوئی اصلاح کا پہلو ہے نہ مقصد واضح ہے بس ایک پیغام ہے بے حیائی اور بے راہ روی کا جو معاشرے کو تسلیل کے ساتھ دیا جا رہا ہے۔ جدت پسندی کے شوق میں ہم نے اپنادین، روایات اور اخلاقیات سب کچھ بھلا دیا ہے۔ چاہے تفریجی پروگرام ہوں یا ڈرامے یا سب نہ جانے کس مخلوق اور کس ملک کی نمائندگی کرتے ہیں، کم از کم پاکستان میں اس طرح کا کھلاڑھلاماحول کہیں دکھائی نہیں دیتا جو ٹیکلی ویژن کی سکرین پر دیکھنے کو ملتا ہے۔ پھر انہیں ڈراموں میں جس طرح محلات نما گھر، مہنگی گاڑیوں کے "فلیٹ" برانڈ ڈلبس اور وہ سب کچھ جو شاید ملک کی 22 کروڑ سے زیادہ کی آبادی میں صرف چند ہزار ہی ایسے ہونگے جو اس کے متحمل ہو سکتے ہیں یا یہی

ویژن چینلوں میں دھائے جانے والے شاہزادے میں زندگی گزارتے ہوئے۔ تو پھر ڈی ڈراموں میں یہ سب کچھ دیکھ کر کون ہے جس کا جی نہیں للچائے گا۔ لیکن جب حقیقی زندگی میں اس کا حصول مشکل سے بڑھ کر نامکن دکھائی دے گا تو پھر معاشرے میں ہر طرح کے جرائم کا جنم لینا یقینی بات ہے۔ رشتے بھی کمزور ہوئے، گھرانے بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے۔ اور ”میرا جسم میری مرضی“، جیسی تحریکوں کے منظہمن، مذہب، بیزارت طبقات و معاشرے کو مادر پدر آزاد کیکھنے کے خواہشمندوں کو بھی اپنا مقصد آگے بڑھانے کا موقع ملے گا۔

لیکن اس پوری صورت حال کا خطراں کا پہلو ملک کی سلامتی کے حوالے سے ہے۔ دشمنوں کی ہمیشہ خواہش رہی ہے کہ پاکستان کو داخلی طور پر کسی نہ کسی طرح انتشار اور بے یقینی کی کیفیت میں بتلا رکھا جائے۔ فرقہ واریت، لسانیت، قوم پرستی اور صوبائی تعصبات و اختلافات کی بنیاد پر ملک میں بدامنی پھیلانے میں ناکامی کے بعد اب این جی اوز کے ذریعے ملک کے اندر مرد و عورت کی برابری کے نعرے لگا کر عورت کی آزادی کو ہوادینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مذہبی انہتا پسندی کی طرح بے حیائی و بے راہ روی میں انہتا پسندی بھی معاشرے اور ملک کیلئے خطرے سے کم نہیں۔ ان دو طبقات کو باہم لڑانے کے منصوبے پر عملدرآمد کا آغاز ہو چکا ہے۔ سو شل میدیا پر آئندہ ”میرا جسم میری مرضی“، جیسی ریلیوں کو بذوق روت روکنے کے پیغامات چل رہے ہیں۔ ملک میں اس طرح کا ٹکراؤ پاکستان دشمن قوتوں کی ضرورت ہے، بھارت عرصہ دراز سے پاکستان کو انہتا پسند ریاست ثابت کرنے کی کوششوں میں ہے جبکہ بھارت میں ہندوتوں کے زیر اثر ہندو انہتا پسندوں کے پورے نظام پر کثروں اور اقلیتوں، غاص کر مسلمانوں پر بدترین مظالم کے حوالے سے انسانی حقوق کی تنظیموں اور عالمی میدیا کے احتجاج کے باوجود بڑے طاقت و رمغرنی ممالک بھارت کے ناز و خرے اٹھانے میں مصروف ہیں اس کے عکس تمام تر شرائط پر عملدرآمد کے باوجود FATF پاکستان کو گرے لسٹ سے نکالنے میں لیت ولل کے حرج بے استعمال کرتا رہا ہے اور پاکستان میں نظریاتی طور پر کسی ایسے ٹکراؤ کا منتظر رہا ہے جسے پاکستان کے خلاف پروپیگنڈے کیلئے استعمال کیا جاسکے۔ ایسے میں ہمارے نجی ٹیلی ویژن چینلوں کا فرض بتا ہے کہ وہ قوم کو اتحاد و یگانگت اور رواداری پر مائل کرنے کی کوشش کریں۔



نام کتاب: فیوض الباری
 تصنیف: مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 صفحات: 487

عام قیمت: 1400

پاپشہر: زمزم پبلیکیشنز کراچی

تبصرہ نگار: مفتی محمد اسماء صاحب

قرآن مجید کی تشریع کے لیے حدیث بنیادی مرجع ہے۔ کتاب اللہ کے بعد حدیث نبوی علی صاحبھا الف تحیۃ وسلام ہمارے دین اسلام کا دوسرا سرچشمہ ہدایت ہے، حدیث کی کتابوں میں جو استناد و قوت صحیح بخاری کو حاصل ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ صحیح البخاری کی مختلف شروحات لکھی گئیں اور جتنی شروحات اس مبارک کتاب کی لکھی گئیں کسی دوسری حدیث کی کتاب کی نہیں لکھی گئیں۔ صحیح البخاری کی اولین شرح لکھنے کی سعادت جس عظیم خصیت کو حاصل ہوئی ان کا نام حافظ امام احمد بن محمد الحنطاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 388ھ) ہے۔

عربی شروحات کے علاوہ ماضی قریب میں اردو زبان میں بھی بہت سی قبل قدر شروحات تالیف کی گئیں، انہیں میں سے ایک ہمارے زیر نظر ہے جس کا نام ”فیوض الباری“ ہے اس کتاب کے فاضل مصنف حضرت مولانا اسلام الحق رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تلمذ رشید ہیں مفتی اعظم ہند مفتی کفایت رحمۃ اللہ علیہ کے اور کتاب کے مرتب مولانا محمد ایوب سورقی ہیں جو کہ محدث الحصر مولانا یوسف جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمذ خاص ہیں۔ فاضل

مصنف نے اپنی کتاب کو پانچ ابواب پر منقسم فرمایا ہے اور پر باب میں نہایت مفید اور ضروری باتیں تحریر فرمائی ہیں:

باب اول: امام بخاری رضی اللہ عنہ کے مکمل اور تفصیلی حالات۔

باب نمبر دوم: مقدمۃ علم المدیث۔

باب نمبر سوم: حجیت حدیث جس میں فتنہ انکار حدیث پر تفصیلی روکھی کیا گیا ہے۔

باب نمبر چہارم: کتب حدیث سے متعلقہ ابحاث جس میں تمام اقسام کتب حدیث کو انتہائی آسان انداز میں تفصیلیاً بیان کیا گیا ہے۔

باب نمبر پنجم: بخاری کے باب اول اور اس کی حدیث کی تشریح فقه البخاری فی تراجمہ وغیرہ کو تفصیلیاً بیان کیا گیا ہے۔

اس طرح سے یہ کتاب طلباء علوم حدیث کے لیے بہت قابل قدر اور مفید ثابت ہوئی ہے
ما شاء اللہ۔

بندہ کی رائے میں مدارس دینیہ کے درجہ موقوف علیہ کے طلباء و اساتذہ کے لیے بطور خاص اور طلباء دور حدیث کے لیے بالعموم حد درجہ مفید کتاب ہے۔

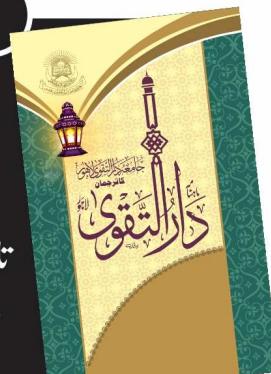
کاغذ عمدہ، نائل جاذب نظر البتہ قیمت کچھ زیادہ محسوس ہوتی ہے واللہ اعلم



ہر ماہ بات اعدگی سے شائع ہونے والا

تربیتی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاہب حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی
موثر تشویہ کے لئے ماہنامہ دارالتحقیقی کا انتساب کریں



آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء وتحقیق

بیمه اور انشورس کی مروجہ صورتیں

سوال: آجکل جو بیمه پالیسی اور انشورس کا کار و بار اور اس پر نفع و پریمیم کا لین دین ہو رہا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ سود ہے اور ناجائز ہے کہ جائز؟ روزنامہ جنگ لاہور میں جس کی فولو کاپی بھی ہمراہ ہے بیمه پالیسی کو جائز قرار دیا ہے۔

جواب: بیمه اور انشورس کی مروجہ تمام شکلیں ناجائز اور حرام ہیں۔ یہ امت کے جمہور علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کیونکہ یہ شکلیں یا تو سود پر مشتمل ہیں یا جوئے پر یادوں پر۔ اور یہ دونوں چیزیں قرآن و سنت کی رو سے صریح حرام ہیں۔

منسلک اخبار کی سرخیوں کے بارے میں تک پچھنچیں کہا جا سکتا جب تک کہ اصل بات پورے سیاق و سبق کے ساتھ سامنے نہ آجائے۔

علاوه ازیں اگر کچھ لوگ بالفرض اس کو درست سمجھتے ہوں تب بھی ہماری تحقیق یہ ہے کہ یہ جائز نہیں۔ اور ان لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم (فتاویٰ نمبر: 5/94)

اسلامی تکافل کی شرعی حیثیت

سوال: جو کمپنی پاک قطر فیملی تکافل انشورس کے نام سے کام کر رہی ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہماری اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب: اسلامی تکافل کے نام سے جو کام ہو رہا ہے ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہے۔ فقط اللہ

تعالیٰ علم (فتویٰ نمبر: 5/32)

سودی علوم حاصل کرنا

سوال:- 1- آجکل Commerce سے متعلق علوم کا پڑھنا (جس میں سارا سودی نظام پڑھایا جاتا ہے۔)

2- اور یہ علوم پڑھانا۔

3- ان مضمایں کو پڑھ کر ملازمت یا تو بینک میں ملتی ہے یا کسی کمپنی میں جہاں ان کے نظام کو سنبھالنا پڑتا ہے جو اکثر سودی اور دوسری فاسد بندیاں دوں پر قائم ہوتا ہے یا کسی تعلیمی ادارے میں ان کو پڑھانا پڑتا ہے اس بارے میں شرعی رہنمائی درکار ہے۔

جواب:- تحصیل علم کا حکم اس کی تحصیل کی نیت پر موقوف ہے اگر اس نیت سے پڑھے یا پڑھائے کہ دوسرے کو سودی کی حرمت اور اس کی خرابیوں سے مطلع کرے گا اور حق کو پھیلائے گا تو جواز ہے اور اگر یہ نیت ہو کہ سودی کام کرے گا تو ناجائز ہے، پڑھتے ہوئے اگر کچھ نیت نہ تھی تو اب تصحیح نیت کر سکتا ہے اگر سود کی تلویث کے بغیر کوئی متعلقہ ملازمت نہ ملے تو کوئی اور کام اختیار کر لے اگرچہ آمدنی قدرے تھوڑی۔

فقط واللہ تعالیٰ علم (فتویٰ نمبر: 5/63)

قرض پر نفع

سوال :- 1:- ایک آدمی اپنی زمین کسی دوسرے شخص کو رہن اس طرح دیتا ہے کہ زمین کی کل قیمت سے کچھ کم کر کے رقم وصول کر لیتا ہے اور یہ طے کرتا ہے کہ اس کی فصل کاشت آمدن آپ اٹھائیں اپنے قبضہ میں لے لیں۔ جب میں رقم واپس کروں گا زمین واپس لے لوں گا۔ اس کا نفع و نقصان رقم والے کا ہوگا۔

2:- ایک آدمی اپنی زمین کی رقم علاقے کے رواج سے جو ریٹ خرید زمین کا ہواں سے کچھ کم کر کے کل رقم وصول کر لیتا ہے اور جو عام ٹھیکہ کا رواج ہواں سے کم طے کر کے مثلاً عام ریٹ سے 1/2 حصہ سے بھی کم ٹھیکہ طے کر کے زمین دے دیتا ہے اور یہ طے کرتا ہے کہ جب زمین واپس کروں گا طشدہ معمولی ٹھیکہ کی رقم منہا کر کے رقم واپس کر دوں گا اور زمین کا قبضہ لے لوں گا ان صورتوں کا شرعی حکم کیا ہے۔

جواب:- 1-2۔ ان دونوں صورتوں میں چونکہ باضابطہ نفع نہیں کی جاتی اس لیے یہ دونوں صورتیں قرض پر نفع حاصل کرنے کی ہیں۔ اور قرض پر نفع اٹھانا سود کی شکل ہے۔ حدیث میں ہے:

کل قرض جر نفعاً فهو وجه من وجوه الربا۔

ترجمہ: ہر وہ قرض جو نفع لائے وہ سود کی شکلوں میں سے ایک شکل ہے۔ (بیہقی)

مارکیٹ ریٹ سے کم کرایہ رکھنے کی صورت بھی جائز نہیں کیونکہ کرانے میں کی جانے والی کمی قرض ہی کی بنیاد پر ہے۔ فقط (فتی نمبر: 5/314)

ڈیوٹی کے اوقات میں دوسرا کام کرنا

سوال:- میں ایک پہپہ فرم میں پر چیز مینیجر ہوں اور میرا کام ہے روزانہ ردی کا پی کا بندوبست کر کے اپنی فرم کو مہیا کرنا تاکہ اس سے نیا پہپہ تیار ہو سکے۔ جبکہ ردی کی دوسری کو اٹی کتنا میں ہیں جس کی ہماری فرم کو ضرورت نہیں ہوتی۔ اس طرح ہمارے کسٹمر ردی کا پی ہمیں دے دیتے ہیں اور ردی کتنا میں دوسری کسی فیکٹری کو اور بردا کروں کو دے دیتے ہیں۔ دوسرے شہر کے بعض کسٹمر مجھے کہتے ہیں کہ آپ ہم سے ردی کتنا میں خرید کر اپنی ذمہ داری پر کسی دوسری فرم کو فروخت کر دیں کیونکہ آپ لاہور میں تمام فرموں سے واقف ہیں اور ہم خود کسی فرم کو فروخت کر کے پیسوں کا رسک / خطہ مول نہیں لے سکتے کیونکہ بعض فرمیں پسے تنگ کر کے دیتی ہیں۔

حضرت میرے پاس ذاتی پسے بھی ہیں اور میں اپنی ذمہ داری پر خرید فروخت بھی اس مال کی کر رہا ہوں لیکن میں اپنے ماکان کو نہیں بتانا چاہتا حالانکہ ماکان کو اس ردی کتاب کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری ثابت سوچ کو منفی پہلو میں لے جائیں گے اور اگر میں نوکری چھوڑنا چاہوں تو پھر ان کا کام خراب ہو گا۔

حضرت کیا یہ کام میرے لیے جائز ہے؟ کیونکہ اگر میں اس مال کو پر چیز نہیں کروں گا تو وہ کسی دوسرے کو فروخت کر دیں گے۔ اور ساتھ ہی ہو سکتا ہے کہ ہماری فرم کی آخری ردی بھی کسی اور کو فروخت کر دیں اور ہماری فرم اس کسٹمر سے محروم ہو جائے۔ مفتی صاحب میں اپنا کام ہرگز ماکان کو نہیں بتاتا۔

حضرت میرے اس ذاتی کام سے میری فرم کا کوئی نقصان نہیں ہے لیکن میں اس لینے میں بتانا چاہتا کہ کوئی مالک بھی یہ برداشت نہیں کرتا کہ میرا ملازم اپنا ذاتی کاروبار کرے۔

جواب:- آپ چونکہ فرم کے ملازم ہیں اس لیے ملازمت کے اوقات میں آپ کے لیے دوسرا کام کرنے کی گنجائش نہیں۔ (فتاویٰ نمبر: 5/221)

گروی کے تبادل طریقے

سوال:- کیا گروی مکان دینا سود کے زمرے میں آتا ہے؟ اگر گروی مکان کا لین دین سود ہے تو شرعی طریقہ کا بتا دیں؟

جواب:- گروی کا مروجہ طریقہ جائز نہیں۔ گروی کے تبادل جائز طریقے بھی ہیں۔ مثلاً

۱۔ آدمی اپنا مکان فروخت کر دے اور دوسری جگہ کرائے پر رہے یا اپنے پاس اگر دوسرا مکان ہے تو اس میں رہے۔ کیونکہ گروی کی صورت میں بھی اس کو اپنا مکان خالی کرنا پڑے گا اور جب تک رقم واپس نہ کرے گا مکان دوسرا کے پاس رہے گا۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آدمی اپنا مکان مثلاً پانچ سال یا زائد مدت کے لیے کرایہ پر دے دے اور اتنی مدت کا کرایہ اکٹھا یکمشت وصول کر لے، پیشگی کرایہ مارکیٹ ریٹ سے کم بھی کیا جاسکتا ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

سوال:- مسئلہ مکان گروی رکھنے سے متعلق ہے کہ زید کہتا ہے کہ آپ 5 لاکھ روپے مجھے قرض دے دو تو اس کے بد لے میں میرا مکان استعمال کروخواہ خود استعمال کرو یا کرائے پر دو۔ کیا یہ صورت جائز ہے؟ نیز ایسی صورت میں بعض لوگ مکان کا بہت تھوڑا کرایہ بھی رکھ دیتے ہیں جیسے 500 یا ہزار روپے۔

جواب:- گروی والے مکان سے نفع اٹھانا ناجائز اور حرام ہے۔ اگرچہ مالک مکان اس کی اجازت بھی دیدے۔ کیونکہ یہ قرض کے مقابلہ میں نفع اٹھانا ہے جو سود بنتا ہے۔ قرض کی بنیاد پر مکان کا کرایہ مارکیٹ ریٹ سے کم کرنا بھی قرض سے فائدہ اٹھانا ہے اور سود ہے۔

لہافی الشامیۃ: لا يحل أن ینتفع بشیء منه من الوجوه وإن أذن له الراهن لأن أذن له في الرباء لأنه یستوفي دینه كاملاً. فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون رباؤه هنا أمر عظيم. (5/482) فقط اللہ تعالیٰ اعلم



امیر اللہ آپ حضرات کی بھرپور عاذل اور پر خلوص تقدیم کی بدولت پڑھی میں کیم جون بر فرد بھ کو ایک عظیم الشان دارالقرآن کا نگنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے

دارالقرآن

بہاں شفیع بہ شعبہ حفظہ کا وسیع بنیاد پر تنظیم ہو گا۔ اداہا اس ثقہت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر زار ہے اور آپ حضرات سے مزید عاذل اور تقدیم کا طلب گار ہے

MODELQ ARCHITECTS & INTERIOR DESIGNERS

گاشن راوی برائج
کاؤنٹ ٹائل: ۱۵۹
برائج نمبر: ۱۰۰۱۸۲۰۶۶۰۰۰۱
DARUL TAQWA TRUST
MIB

جماعہ کے دارالتحوی



کے زیر انتظام
تقریب نتائج
تقسیم انعامات
برائے ششماءی امتحان
بنین و بنات

بتاریخ 11 دسمبر 2022ء بروز اتوار بوقت صبح ساڑھے نوبجے تاساڑھے بارہ

بمقام
جماعہ دارالتحوی
نیو چوبر جی پارک، لاہور



+92-3-222-333-224 www.darultaqwa.org



/jamiadarultaqwa



شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے

Mufti Online +92-300-4113082



ifta4u@yahoo.com